ڈونم (تحفہ)

از قلم کومل شاہد

پیشِ لفظ

میرے پاس کہنے کو کوئی لفظ نہیں۔۔کیونکہ یہ کہانی کسی منصوبے کے تحت نہیں بلکہ ایک اچانک ٹھہرے ہوئے لمحے میں جنم لے گئی تھی۔اصل میں ایک مقابلہ تھا۔
جہاں سوفٹ رومانس کی شرط رکھی گئی تھی۔
اور مجھ جیسی۔۔۔جسے کہانی صرف دو کرداروں کے گرد گھومتی ہوئی اچھی نہیں لگتی۔۔(مجھے الجھن لاحق ہوتی ہے۔) ایسی کہانی لکھنا، دراصل خود سے ایک سمجھوتہ تھا۔
میری الفا، جو میری ہم راز اور قریبی دوست، میرے دل کے قریب ہیں۔اُن کے اصرار پر میں نے قلم اُٹھایا۔سوچا، شاید اس بار میں خود کو موڑ لوں شاید اپنی پسند کو ذرا سا پیچھے رکھ دوں۔
مگر یہیں کچھ غلط ہو گیا۔
کہانی لکھی تو گئی۔مگر ڈوئم ایک کیوٹ سی لو اسٹوری بننے کی کوشش میں اپنی اصل کھو بیٹھی۔۔۔۔وہ اصل، جو مقابلے کی طے شدہ تھیم تھی۔
یوں مقابلے کی صف سے میرا نام خارج ہو گیا۔
میں پہلے ہی نکل چکی تھی۔۔مجھے اس پر غم نہیں ہوا بس ایک مدھم سا دکھ دل میں ٹھہر گیا۔اس بات کا دکھ کہ میں نے لمحہ بھر کے لیے اپنی فطرت، اپنی آواز، اور اپنی تحریری شناخت کو چھوڑ دیا تھا۔
اور پھر بھی ایسا ہو گیا(خیر میرے ساتھ ایسا ہوتا رہا ہے)
پھر میں نے سوچا۔۔
شاید کچھ کہانیاں مقابلوں کے لیے نہیں ہوتیں، وہ صرف خود کو ثابت کرنے آتی ہیں۔کہ قلم جب اپنی راہ بدلتا ہے تو لفظ بھی اجنبی ہو جاتے ہیں لیکن پھر بھی خوبصورت رہتے ہیں کیونکہ لکھنا والے آپ ہوتے ہیں۔ مسکن کی طرح ڈوئم کو بھی لکھنے والی میں ہوں اور مجھے امید ہے جب ڈوئم آپ پڑھیں گے آپ کو پسند آئی گی۔
شکریہ۔۔۔۔۔

ڈونم (تحفہ)

"یہ حویلی کو راستہ کہاں سے جاتا ہے؟"تپتی دھوپ میں، کچے راستے پر کالا لگا پہنے بڑی سی چادر سنبھالے تیز تیز چلتی لڑکی کے دائیں جانب گاڑی آرکی تھی۔کانوں میں آواز کا پڑنا ہی تھا کہ اُس نے چونک کر حیرت سے گاڑی کو یوں دیکھا گویا پہلی بار دیکھ رہی ہو پھر راستہ پر نگاہ ڈالی اور آخر میں پلو سے لب ڈھکتے ذرا جھکتے اندر جھانکا یکلخت اُس کی آنکھیں چمکیں۔۔۔

"ہاں یہی سے ہے، لیکن آپ غلط رستے پر ہیں، میں بتا دیتی ہوں۔۔۔ نہیں آپ کو سمجھ نہیں آئے گی، ایسا کرے دروازہ کھولیں میں ساتھ چلتی ہوں" عجلت میں کہتے اُس نے چہرے پر مصنوئی مسکراہٹ لائی۔ مرد بس اُسے دیکھ کر رہ گیا۔ اُس نے تو محض راستہ پوچھا تھا اور خاتون گاڑی میں بیٹھنے کی بات کر رہی تھی۔

"کیا؟۔۔۔ جانا نہیں ہے؟" تیزی سے پوچھنے پر مرد نے سر اثبات میں ہلاتے نا سمجھی بھری لکیر لیے دروازہ کھولا تھا۔ لڑکی ایک لمحے کی بھی تاخیر کیے بغیر اندر بیٹھی اور پیچھے زور سے دروازہ بند کیا اتنا کہ مرد نے ہول کر لڑکی کو دیکھا تھا۔ جو اب اپنی چادر کو سنبھال رہی تھی یا یوں کہیں کہ خود کو ہر زاویہ سے ڈھانپ رہی تھی۔

"اِس بغیر گدھے کی گاڑی کو پیچھے موڑو، یہ غلط رستہ ہے حویلی تو بہت پیچھے ہے" نا سمجھی بھری لکیر اور گہری ہوئی۔

"لیکن حویلی کا راستہ تو یہاں سے ہی ہے" اُس نے بھی کہنا مناسب سمجھا۔

"تو چلے جاتے پھر۔۔۔" بے زاری دیکھائی پھر کچھ یاد آنے پر لہجہ میں مسکراہٹ لائی" بھائی صاحب آپ کو نہیں علم میں کہہ رہی ہوں ناں کہ یہ راستہ نہیں ہے تو مطلب نہیں ہے۔۔۔

پیچھے ہے، مان لیں میری بات ورنہ خوار ہوں گے، یہاں سے فلوقت کوئی نہیں گزرے گا پھر راستہ کس سے پوچھیں گے" ہمدردانہ انداز لیے آنکھوں ہی آنکھوں سے گویا یقین دیلایا کہ ہاں بھئی پچھتاؤ گے اگر تم اکیلے گئے تو۔۔۔وہ بھی گہرا سانس لیتے مان گیا آخر کر بھی کیا سکتا تھا راستوں کا علم نہیں تھا اور تھکن الگ سے اُس پر حاوی ہو چکی تھی۔

کچھ دیر تو کچی مٹی سے اٹے راستوں پر گاڑی بڑھتی رہی پھر کبھی وہ لڑکی کو دیکھتا، کبھی سامنے پھیلے راستے کو کیونکہ گاڑی گلیوں کی بجائے کھیتوں کی سمت جا رہی تھی۔ ابتدا میں وہ خاموش رہا۔ شاید یہ کوئی شارٹ کٹ ہو۔ مگر نہیں۔۔۔ دور دور تک بس کھیت ہی کھیت تھے۔ اب وہ باقاعدہ گھبرا اٹھا۔

"یہ تو کھیت ہیں"

"ہاں مجھے بھی نظر آرہا ہے، تھوڑا گاڑی تیز چلاؤ" شیشے سے باہر دیکھتے اُس نے جھلا کر کہا، گویا اُس کی منزل نہیں اپنی منزل کا انتظار ہو۔ مرد نے اپنا ماتھا مسلہ۔۔۔

" بس اِدھر ہی، اِدھر ہی" مرد نے اُس کے چِلا کر کہنے پر یکدم بریک لگائی تھی۔۔۔ جبکہ خود وہ ہکا بکا باہر کی جانب دیکھ رہا تھا۔ کیونکہ گاڑی عین کھیتوں کے بیچ رکوائی گئی تھی۔ پھر گردن ترچھی کیے لڑکی کو دیکھا جو گاڑی کا دروازہ کھول کم رہی تھی ظلم زیادہ کر رہی تھی۔ اُسے تو پہلے ہی ہول اُٹھ رہے تھے جیسے اُس نے دروازہ بند کیا تھا۔ اب بھی وہ ایسے ہی کر رہی تھی۔ وہ آگے بڑھتے مدد کرتا ہی کہ جیسے تیسے ظلم کرتے دروازہ کھول ہی لیا گیا۔ دروازہ کھول کر تشکر بھرا سانس لیتے اُس نے ایک نظر پلٹ کر مرد کو دیکھا۔۔۔ چادر کا پلو بھی اُس کی فاتحانہ مسکراہٹ مرد سے نہ چھپا سکا تھا۔ جو اُسے گویا صاف نظر آئی تھی۔ لیکن پھر لڑکی کی آنکھوں کا زاویہ بدلا۔

یہ کرنے کیا والی ہے؟ تجسس اور الجھن بیک وقت ایک جگہ آن کھڑے ہوئے۔
لڑکی نے ڈیش بورڈ پر پڑی، بوتل کو دیکھتے ایک آخری نظر مرد پر ڈالی اور بوتل جھپٹنے کے سے انداز میں اُٹھاتے اگلے لمحے باہر کی جانب بھاگی تھی۔ مرد کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ اُس نے باقاعدہ سر تھوڑا نیچے کیے اُس کی جانب دیکھا، جو اب چادر کا پلو چھوڑے کھیتوں میں موجود پگڈنڈیوں پر تیزی سے ترُے مڑے قدم لیے اندر کہیں جا رہی تھی۔ اُس کے چہرے پر باقاعدہ حیرت نمایاں ہوئی تھی۔ یہ ابھی ابھی ہوا کیا تھا؟ راستہ اُس نے پوچھا تھا، لیکن منزل تو لڑکی کی تھی۔ وہ سفر کی الجھن میں تھا اور وہ اپنی منزل سے ٹکرا چکی تھی۔
اُس نے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور گہرا سانس لیتے دروازہ کھولتے باہر نکلا۔۔۔ پھر کیا تھا۔۔۔ راستہ اُسے بھی معلوم نہ تھا۔ وہ بھی اُس کی ہی جانب چل دیا۔ شلوار سوٹ پہنے چہرے پر تیوری تھی دھوپ کے باعث ماتھے پر ہاتھ ٹکاتے اُس نے آنکھیں چھوٹی کیے نظریں دور دور دوڑائی تو سامنے ہی وہ لڑکی نظر آئی، جو ایک بوڑھی عورت کو پانی پلا رہی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ قدم لیتے اُن کی جانب چل دیا۔ اب وہ بوتل میں سے پانی نکال کر بوڑھی عورت کا منہ صاف کر رہی تھی۔ لیکن اُس کے سامنے آتے ہی جلدی سے بوتل میں موجود آخری گھونٹ بھرا اور کھڑے ہوتے بوتل اُس کی جانب بڑھا دی۔ اب چہرے پر پلو نہیں کیا تھا۔ ٹھوڑی پر تین تل تھی آنکھیں بھی رنگت جیسی تھی سانولی سی۔
"شکریہ "بوتل اور شکریہ تھمانا احسان کرنے جیسا تھا۔۔۔ آدمی نے بوتل تھامی لیکن چہرہ یہ صاف ظاہر کر رہا تھا کہ اُس نے کون سا شکریہ والا کام کیا ہے؟ جبکہ یہاں لڑکی کی معذرت بنتی تھی۔ وہ بھی ایک بار نہیں بار بار۔۔

"چل اماں، میں تو کہہ رہی تھی، میں اکیلی کر لوں گی، لیکن تجھے ہی شوق چڑھا تھا، دیکھا۔۔۔ کر لی نا طبیعت خراب، اوپر سے مٹکا ٹوٹ گیا، کتنی خوار ہوئی ہوں میں" وہ بوڑھی عورت کو سہارا دیے بولی اور مرد بچارہ بس دیکھ ہی رہا تھا۔ یہاں تک کہ وہ اُس کے سامنے سے گزر گئی پھر جیسے اُسے ہوش آیا۔ خوار وہ ہوئی؟ توبہ۔۔۔ خوار اُسے کیا تھا اُس نے۔

"یہ راستہ حویلی کا تو نہیں" وہ بھی اُن کے پیچھے ہوا۔

"ہاں نظر آرہا ہے کھیتوں کا ہے"

"میں نے حویلی کا پوچھا تھا"

"مجھے کھیتوں میں آنا تھا"

"تم جانتی ہو تم نے میرا۔۔۔"

"کتنے بے مروت ہو تم۔۔۔ ایک بوڑھی عورت بیمار ہے اور تمہیں اپنے راستے کی پڑی ہے، پانی کی فکر ہے کہ سارا ختم کر دیا، گھر چلو میں یہ بوتل بھر بھر کے دے دوں گی تمہیں" وہ تیوری لیے اپنی ماں کو سنبھالتی لڑکھڑاتے چل رہی تھی۔ آواز میں خاصی برہمی تھی۔ وہ دیکھ اُسے نہیں رہی تھی لیکن سنا کھرا کھرا اُسے ہی رہی تھی۔۔۔ بے مروت اپنے لیے سنتے اُسے صدمہ سا لگا تھا۔ "وہ بے مروت تھا؟" فوراً آگے بڑھتے اُس نے بوڑھی عورت کا بازو تھاما۔۔ لڑکی نے کوئی رد عمل نہ دیا، اماں تو تھی ہی غنودگی میں۔۔

"میں گھر کیوں چلوں وہ بھی بس پانی کے لیے" لہجہ عام تھا۔ قدم لڑکی کے برابر۔۔ وہ واقعی بس پانی کے لیے سوال کیوں کرتا؟ وہ پاگل تھوڑی تھا۔

"ہمیں چھوڑنے کے لیے، دیکھ نہیں رہے اماں کی حالت کتنی خراب ہے؟ وہ ایسے چل سکتی ہے بھلا؟" مرد تو بس اُس کا ترچھا رخ دیکھ کر رہ گیا۔۔یہ راستہ پوچھنا مہنگا نہیں پڑ گیا تھا اُسے؟ پھر کیا تھا اگلے کچھ لمحوں میں، گاڑی کی پچھلی سیٹ پر دونوں عورتیں بیٹھی تھیں، اور خود وہ آگے ماتھے مسلتے ڈرائیو کر رہا تھا۔ اتنا تو وہ جانتا تھا۔یہ راستہ وہ نہیں جس پر اُس نے جانا تھا۔۔تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ ایک کچے مٹی کے بنے گھر کے باہر تھے۔۔اب اُسے بے مروت نہیں کہلانا تھا۔ اِس لیے پہلے خود نکلا پھر پچھلا دروازہ کھولا اور لڑکی سے پہلے ہی عورت کا ہاتھ تھامتے سنبھالا۔۔ لمبی چوڑی جسامت کا مالک۔۔گھنی لیکن چھوٹی مونچھوں والا مرد۔۔سلجھا معلوم ہوتا تھا۔ رنگ زیادہ گورا نہ تھا درمیانہ کہنا مناسب تھا۔۔۔

تھوڑے وقت بعد وہ باہر نکلا اور گردو نواح میں دیکھتے گہری سانس لیتے اُس نے گاڑی کی سیٹ سنبھالی۔۔۔ لڑکی بھی گاڑی سے ساتھ ہی نکلی تھی۔ اُس نے بنا مرد پر نظر ڈالے کار کا پچھلا دروازہ کھولتے کچھ نکلا تھا۔ جو وہ فوراً چھپا بھی چکی تھی۔ اتنا تو وہ بھی جانتا تھا کہ اِس کی کوئی شے نہیں اُٹھائی گئی تھی۔ کیونکہ ایک چھوٹا ٹرنک ایک طرف ہی پڑا تھا۔ جس کو تالا لگا ہوا تھا۔ وہ اندر بیٹھے گاڑی سٹارٹ کرتا کہ۔۔

"روکو ذرا۔۔۔میں تمہاری بوتل بھر کے دیتی ہوں"وہ اندر کی جانب جھکی، بوتل پکڑتی کہ مرد نے فوراً اُس کا ہاتھ پکڑا گویا بوتل پکڑنے سے روکا ہو۔ لڑکی نے کھا جانے والی نظر اُس پر ڈالی تھی۔ ساتھ چادر میں چھپی شے باہر نکالتی کہ اِس سے پہلے ہی مرد نے شرمندہ ہوتے ہاتھ چھوڑ دیا گویا یہ حرکت اُسے بھی ناگوار گزری ہو۔۔ لیکن اگلے ہی لمحے اُسے لڑکی صاف ہاتھ جس کو اُس نے چھوا تھا۔ اپنے گندے مٹی میں اٹے کپڑوں سے صاف کرتی نظر آئی۔ مرد کے تاثرات ایسے

ہوئے جیسے پہلی بار کسی لڑکی کو دیکھ رہا ہو یا ایسی لڑکی کو جو سامنے تھی۔ خوبصورتی سے دور دور تک اُس کا کوئی واسطہ نہ لگا تھا۔ اگر رنگت میں تبدیلی ہوتی تو یقیناً وہ خوبصورت ہوتی لیکن پھر بھی اُس میں ایک طرح کی اکڑ تھی یا اعتمار وہ سمجھ نہ سکا۔

"سارا دن میں اِدھر خوار ہوا ہوں، لیکن ابھی تک تم نے مجھے راستہ نہیں بتایا" وہ باہر نکل چکی تھی ۔ وہ اندر بیٹھا کہہ رہا تھا۔

"کون سی حویلی؟"

"خان حویلی" یہاں مرد کو لڑکی کی آنکھوں میں کچھ تو نظر آیا تھا شاید حیرت یا اشتیاق۔۔۔۔

"تم نے کیوں جانا ہے وہاں؟"

"تم کیوں پوچھ رہی ہو؟" وہ بھی اب سوالیہ ہوا تھا۔ لڑکی نے پھر سے پلو پکڑے چہرے پر کیا۔

"میں وہاں کی ہونے والی بہو ہوں۔۔۔۔ اب بتاؤ" بس بتانا تھا کہ مرد نے باقاعدہ کئی بار پلکیں جھپکتے اُسے دیکھا تھا۔ تاثرات میں اچنبھا تھا، حیرت تھی۔ البتہ اُس کے ایسے دیکھنے پر بھی لڑکی کی اکڑی گردن میں کوئی کمی نہ آئی۔

"میں عالیار۔۔۔"

"ملازم ہو وہاں کے؟" اُسے کام کی بات پر نہ آتے دیکھ خود ہی سوال کر ڈالا۔

"ملازم" وہ بڑبڑیا۔

"ہاں ملازم۔۔۔ کیونکہ خان حویلی کے ملازم ہی ایسی گاڑی چلاتے ہیں، پیچھے تو مالک بیٹھتے ہیں "اُس نے عام لہجہ میں کہتے آنکھوں سے گاڑی کی جانب اشارہ کیا تھا۔

"تم کس کی بیوی بننے والی ہو خان حویلی میں؟"اُس کی آواز میں کس قدر تجسس تھا۔۔۔۔جس نے لڑکی کا سوال تک پڑے کیا تھا۔

"خان بابا کی"یہاں عالیار کی آنکھیں پھیلیں تھیں۔۔۔ کئی لمحے بس وہ اُسے دیکھتا رہا آنکھوں میں تاثر عجیب تھا۔۔ شاید ملکیت کا تھا حق کا۔۔۔یا حاکم کا۔۔۔

"خان بابا کی؟"

"ہمم"

"پورا نام کیا ہے؟" لڑکی نے کُڑھ کر اپنی چادر چھوڑی چہرہ بھی خفگی میں لپٹا تھا۔۔۔ شام ہو چکی تھی رات ہو رہی تھی۔

"جی ہماری یہاں کی عورتیں کہتی ہیں کہ شوہر کو سرتاج کہا جاسکتا ہے، ہمسفر کہا جا سکتا ہے، شریک حیات کہا جا سکتا ہے ، لیکن نام۔۔۔" اُس نے سر جھٹکا گویا بے زاری دیکھائی ہو"نام نہیں لیا جا سکتا ، مجھے تو نام کا بھی نہیں علم بس اماں کہتی ہے وہاں حویلی میں سب خان بابا بلاتے ہیں، اب تو مجھے یقین ہے میری ماں کو بھی نام کا نہیں علم"

"میرا نام عالیار ہے"

"ہاں تو میں کیا کروں؟ جاؤ اب کب کے کھڑے ہو، مالک ڈانٹیں گے، جاؤ جاؤ"ہاتھ جھلا کر کہتے اُس نے جانے کا کہا ساتھ خود بھی اندر کی جانب ہوئی۔

"لیکن مجھے راستہ نہیں بتایا تم نے" اب کے چہرے پر نیم مسکراہٹ تھی۔۔ محظوظ مسکراہٹ۔۔۔ کیف بھری مسکراہٹ۔ لڑکی اُس کی ہانک پر مڑی، چادر کا پلو چہرے پر کیا اور تھوڑا آگے کو ہوئی گویا راز بتا رہی ہو۔

"وہ تو مجھے بھی نہیں علم میں کبھی وہاں گئی ہی نہیں۔۔۔ "عالیار کی مسکراہٹ فوراً غائب ہوئی۔ اُس نے اچھنبے سے سامنے موجود پلو میں آدھ چھپے چہرے کو دیکھا، جس نے آنکھیں معصومیت سے پٹپٹائیں تھیں۔ کتنی تیز تھی یہ۔۔

"تم تو حویلی کی ہونے والی بہو ہو ناں؟"

"ہاں تو ہونے والی ہوں، ہوئی تو نہیں ناں۔۔۔۔ تم تو جا سکتے ہو وہاں کے ملازم ہو، لیکن ہم نہیں جا سکتے سارا دن لگ جائے جاتے جاتے۔۔" وہ خفگی سے کہتے جانے لگی۔

"میں وہاں کا ملازم نہیں ہوں" وہ رکی اور آنکھیں بڑی کیے اُسے دیکھا جن میں حیرت تھی۔ جیسے سوچ رہی ہو پھر کون ہے؟ جبکہ عالیار نے گلا کھنگارا کچھ لمحے اُسے دیکھا۔

"میں ساتھ والے گاؤں سے آیا تھا کسی کام سے "

"ہا۔۔"لڑکی نے رکا سانس خارج کیا، پھر کھا جانے والی نظروں سے اُسے دیکھا"تو اتنا ڈرا کر کہنے کی کیا ضرورت تھی؟ پاگل انسان، میں وہاں کا ملازم نہیں ہوں۔۔۔۔۔ ساتھ والے گاؤں کے ہی سہی ہو تو ملازم ہی نہ" وہ چڑ کر بولی۔۔۔ البتہ عالیار اُس کی آواز میں موجود خفگی پر مسکرا دیا۔

"تمہیں کیا لگا؟" تجسس نے پھر نے آسن ماری۔

"کچھ نہیں لگا"

"تمہیں لگا میں حویلی کا رہائشی ہوں؟" لڑکی نے بس اُسے گھور کر دیکھا۔ کہا کچھ نہیں۔۔۔ وہ واقعی شرمندگی میں گھر جاتی اگر سامنے موجود شخص جیسے وہ ملازم سمجھ رہی تھی وہاں کا رہائشی نکلتا۔۔۔ اوپر سے تھی بھی وہاں کی ہونے والی بہو۔۔۔ وہ اُسے کڑھ کے دیکھتے مڑی ہی تھی کہ۔۔۔۔

"تم نے خان بابا کو دیکھا ہے؟"

"نہیں وہ یہاں نہیں ہیں"

"مطلب تم نے نہیں دیکھا"

"جب یہاں رہتے ہی نہیں، کبھی آئے ہی نہیں، تو میں کیسے دیکھوں گی؟ جاؤ اب یہاں سے دماغ بھڑکا دیا میرا، جب جانے لگتی ہوں آواز لگا دیتے ہو، جاؤ جاؤ" وہ ویسے ہی جلی بھنی انداز میں کہتی اندر گم ہوئی۔ عالیار وہیں گاڑی میں بیٹھا کتنی دیر تک مٹی کے گھر کو تکتا رہا پھر گرد و پیش میں دیکھا ایسے گھر کئی تھے یہاں۔۔یہ جگہ بے شک گاؤں میں تھی، لیکن حویلی سے بہت دور تھی۔۔ بھلا وہ اپنے ہونے والے سسرال گدھا گاڑی میں جاتی اچھی لگتی؟ یقیناً اِسی سوچ نے آج تک اُسے حویلی نہیں دیکھائی تھی۔۔۔ بس سوچ کا آنا تھا کہ یکایک مسکراہٹ ابھر آئی۔۔۔ ریڈیو کا بٹن دبایا گیا اور گاڑی آگے بڑھائی۔۔۔

* * * * * * * * * * *

"کل سے میں اکیلی چلی جاؤں گی کھیت میں، توں نہ جانا ساتھ۔۔۔ دیکھ آج کیسی حالت کر لی تم نے اپنی، اگر وہ گاڑی والا نہ آتا تو اماں قسمے میں ڈر گئی تھی" وہ روٹی توے پر ڈالتے کہہ رہی تھی۔ ساتھ ساتھ مٹی کے چولہے میں لکڑیاں درست کرتی۔ جس کی چیخ چیخ کمرے میں اِن کی باتوں میں بھی صاف سنائی دی جاتی۔

"اچھا تو جویہ تیری ساس کہہ کر گئی ہے کہ چھوٹے بابا آنے والے ہیں، اُس سے تیرا نکاح پڑھوانا ہے، اُس کے لیے کچھ نہیں کرنا؟" اماں کی آواز نقاہت زدہ تھی۔ وہ سامنے ہی کھٹیا پر لیٹی تھیں۔

آنکھیں ابھی تک بند، چہرے پر زردی، ہونٹ خشک، اور سانسوں میں بیماری کی تھکن صاف جھلک رہی تھی۔

"ہاں تو ہو جائے گی شادی بھی، اُس میں کیا ہے؟ پہلے خان بابا تو آجائیں"

"جس دن وہ آئیں گے تیری بارات بھی آجانی ہے، ہمارے پاس کچھ نہیں کس منہ سے انتظار کا کہے گے" لڑکی نے ماں کی بات پر سر جھٹکا۔ ساتھ دوسری روٹی ہاتھوں سے بناتی توے پر ڈالی۔ کئی لمحے خاموشی رہی بس لکڑیوں کی چٹخ پٹخ یا پھر روٹی بنانے کی آواز تھی۔ تبھی اماں کو گویا کوئی یاد آیا تھا۔

"بھلا ہوئے منڈے دا جس نے اتنی مدد کر دی" اُنہوں نے کروٹ اُس کی جانب موڑی۔ جس نے اِنہیں دیکھتے چادر کو سر پر ٹکایا تھا۔

"ہاں اچھا تھا بچارا۔۔ اب خوار ہو رہا ہو گا" اماں پریشان سی ہوئیں۔۔ جیسے کسی نیک انسان کے لیے "خوار" کا سننا اُنہیں اچھا نہ لگا ہو۔ ظاہر تھا عالیار کسی فرشتہ سے کم تو نہ نکلا تھا۔

"کیوں"

"خان حویلی جانا تھا اُس نے۔۔ مٹکا تجھ سے ٹوٹ گیا تھا، کھیتوں میں کہیں پانی نہ ملا۔۔ توں تو بے ہوش ہو چکی تھی۔ میں کیسے اُٹھاتی تجھے۔۔ اِس لیے بس پانی لینے گھر کو بھاگی لیکن ابھی راستہ میں ہی تھی کہ وہ مل گیا۔۔۔ کیا نام تھا اُس کا؟۔۔۔"پیڑا سوکھے میں رکھتی ایک لمحے سوچ میں پڑی "ہاں عالیار۔۔۔ بس پھر کیا تھا؟ میں نے راستہ بتانے کے بہانے اُسے کھیتوں کی سیر کرا دی" وہ پیڑا اُٹھاتے کھلکھلائی۔

"بچارا۔۔۔ توں نے بڑا غلط کیا اُس کے ساتھ زُہرہ۔۔۔" وہ افسوس سے بولیں۔۔ ساتھ ہی اُسے آخری روٹی پکاتے دیکھ نقاہٹ کے باعث بمشکل بیٹھی۔

"کوئی غلط نہیں کیا اماں۔۔۔ وہ گاڑی میں تھا بھلا تھوڑی سی مدد نہیں کر سکتا تھا؟ پانی لینے پر اتنا منہ بن گیا اُس کا" اب کے اُس نے توا اتارا اور مٹی کی ہانڈی سے سالن نکال کر روٹی کے اوپر رکھ کر اماں کے سامنے پیش کیا۔ "ویسے اماں ایک بات تو بتا" اپنے لیے بھی روٹی نکالے اب وہ سالن ڈال رہی تھی۔ اماں نے نوالہ بناتے بس ہمم پر اکتفا کیا "یہ جو میرے سر کا ہونے والا تاج ہے۔ اُن کا نام کیا ہے؟" سرسری سا کہتے اُس کے گال گلابی ہوئے۔ جو گھرے سانولے رنگ میں بھی دیکھے جا سکتے تھے، گویا عالیار سے زیادہ ماں سے شرم آئی ہو۔ شرم اِس میں لانے والی بھی تو ماں ہی تھی نہ۔

"مجھے بھی نہیں پتا۔۔ تیرے ابا نے کبھی بتایا ہی نہیں تھا کہ تیرے رشتہ طے ہے ورنہ شاید علم ہوتا ہی۔۔۔" نوالہ چباتے کہا گیا۔

"ہمم۔۔" منہ میں نوالہ گیا پھر کچھ لمحے خاموشی رہی گویا سوچ رہی ہو الفاظ کیا چنے" اماں۔۔۔ ابا کہتے تھے اُن کے دوست کا ایک بیٹا ٹھیک سے چل نہیں سکتا تو۔۔۔ کیا۔۔۔ وہ۔۔۔ خان بابا ہیں" کہتے اُس کو اپنا دل ڈوبتا محسوس ہوا۔ جب سے علم ہوا تھا کہ اُس کا ہونے والا شوہر اپاہج ہے۔ یہ بات دل پر بوجھ جیسی تھی۔ اِس لیے آج آخر پوچھ ہی ڈالا تھا۔۔

" بہت چھوٹا تھا جب وہ باہر چلا گیا تھا، میں نے بس ایک دفعہ ہی دیکھا تھا اُسے۔۔۔۔ ٹانگ میں تھوڑا فرق تھا شاید۔۔۔ لیکن بڑا گورا چیٹا تھا، کشش تھی اُس میں۔۔۔ ٹانگ کی کمی پر پھر نظر ہی نہ گئی "

"گوری چیٹی تو میں بھی ہوں" وہ روانی میں بولی لیکن نوالہ بناتا ہاتھ دیکھتے یکدم چپ ہوئی اپنے رنگ کو سانولا کہے یا سیاہ۔ اُسے سمجھ نہ آئی "لیکن اب دھوپ نے اپنا پورا حق جما دیا ہے۔" آخر میں وہ بڑبڑانے کے سے انداز میں بولی تھی۔ اماں نے ہاتھ کھانے سے پیچھے کرتے اُس کے کندھے پر تھپکی دی۔

"چل کوئی نہیں رنگ نوں کیڑا دیکھتا اے۔۔۔۔ کمی ہے تجھ میں تو اُس میں بھی ہے۔۔ ہاں اُس کی کمی تھوڑی بڑی ہے" وہ بس چپ چاپ اپنی روٹی کے نوالے لینے لگی جبکہ اماں کراہتے ہوئے واپس لیٹ چکی تھی" خان بابا کے آنے میں ابھی وقت ہے اور فصل اگر جلدی ہو جائے گی تو دھوپ میں پھر نہیں جانا پڑے گا۔۔ گھر میں کوئی ٹوٹکا کر لینا ہو جائے گا ٹھیک، اب سو جا جلدی۔۔۔ رات گہری ہو گئی ہے"اماں کی بات سنتے، اُس نے بے دلی سے روٹی کھائی پھر گندے برتن ایک طرف رکھے اور خود دوسری کھٹیا پر آکر لیٹ گئی۔ پاس جلے چراغ کی جلتی بجتی روشنی میں کئی لمحے خود کے ہاتھ دیکھتی رہی سیدھے اُلٹے کرکے بس دیکھتی رہی۔۔۔

(اے زُہرہ میری اماں کہہ رہی تھی خان بابا لنگڑے ہیں"پانی کے مٹکے کمر پر ٹکائے کئی لڑکیاں گھر کی راہ پر تھیں۔ جن میں زُہرہ بھی تھی۔وہ خاموشی سے سب سے آگے تھی جب ایک لڑکی بولی۔

"ہااا۔۔تو توں لنگڑے کی بیوی بنے گی زُہرہ ؟" دوسری نے افسوس سے پوچھتے گویا طنز کیا تھا۔ یکلخت بنبناہٹ جیسی ہنسی اِن میں گونجی تھی جبکہ زُہرہ بس سب نظر انداز کیے چلتی جا رہی تھی گویا کوئی پرواہی نہ ہو۔

"لنگڑے ہیں تو کیا۔۔۔ سنا ہے اُس کی بہت بڑی حویلی ہے" زُہرہ نے مٹکی کو کمر پر ٹھیک کیا جبکہ سب لڑکیاں کن اکھیوں سے اُسے ہی دیکھ رہیں تھیں۔

"ویسے یہ بھی سنا ہے وہ بڑے پر کشش تھے۔۔۔"ایک چھک کر بولی۔

"اب تو باہر سے آئیں گے اب تو اُن کی کیا ہی بات ہوگی"پیچھے سے آواز ابھری۔۔۔

"مطلب ہماری زُہرہ کا مرد پر کشش ہے" زُہرہ نے پلکیں جھپکیں۔ چہرہ پر لالی سی ابھری تھی۔ اُس کا مرد۔۔ پر کشش مرد۔۔

"میں تو تیری قسمت پر رشک کر رہی ہوں زُہرہ۔۔۔ لنگڑے کو چھوڑ۔۔۔ اُنہیں دیکھ اور خود کو دیکھ وہ تو امیر بھی ہیں۔ امیری سب چھپا دیتی ہے اور توں۔۔ تیرے پاس تو ایک آنا بھی نہیں۔۔ رسم میں جو تحفہ دیتے ہیں وہ کہاں سے لائے گی۔۔ فصل اکیلے تو توں کاٹنے سے رہی اتنے دنوں سے جا رہی ہے، کیا بنا ابھی تک تو توں ایک کنال بھی نہ کاٹ سکی "وہ رشک کر رہی تھی یا حسد؟۔۔۔ زُہرہ نے سر ترچھا کیے بے تاثر نگاہوں سے لڑکی کو دیکھا لیکن اُس کے چہرے پر مسکراہٹ دیکھتے وہ دانت پیس کر رہ گئی۔

"زُہرہ توں اِسے چھوڑ ایویں بکتی رہتی ہے جلدی چل خالہ انتظار کر رہی ہوگی۔"ایک نے جلدی سے بولتے گویا دونوں کی آنکھوں سے ہوتی جنگ ختم کی تھی)

وہ یکدم اُٹھی بالوں کی لمبی چٹیا بے زاری سے پیچھے جھٹکتے، دبے دبے قدم لیتے ایک کونے میں پڑے چھوٹے صندوق کی جانب بڑھی۔ اکڑوں بیٹھے اماں پر نظر رکھتے احتیاط سے صندوق کھولا انداز چوروں جیسا تھا۔ اُس نے اندر سے کچھ نکالا تھا۔ اگلے لمحے ویسے ہی احتیاط سے صندوق بنا آواز کیے بند کرتی دبے دبے پاؤں کھٹیا پر آبیٹھی۔۔۔ کچھ اِس طرح سے کہ چراغ کی جلتی بجتی لو

اُس کے چہرے کو چھونے لگی۔ اُس نے اماں پر نظر رکھتے ہاتھ میں موجود شے چہرے کے سامنے کی اور اماں سے نظریں موڑتے اب اُسے دیکھنے لگی۔۔۔ نہیں۔۔۔ شے کو نہیں خود کو۔ اپنے نقش کو۔۔۔ اپنے رنگ کو۔ وہ ایک چھوٹا سا آئینہ تھا۔ دھندلا سا جیسے مٹی چڑھی ہو یا پھر خراب ہو۔۔ اُس نے ایک دو بار جھنجھلاتے آئینہ اپنی آستین سے صاف کیا چہرے پر تیوری تھی ۔صاف کرتے اُسکے لب بڑبڑائے۔

"یہ صاف کیوں نہیں ہو رہا کہیں خراب تو نہیں ہو گیا؟" ایک دفعہ پھر رگڑا لیکن نہیں، صاف نہ ہوا۔ اُسے گہری مایوسی ہوئی۔ کئی بار کوشش کرنے کے بعد بھی جب صاف نہ ہوا تو اُسی آئینہ کو سامنے کیا۔ اب ٹوٹے پھوٹے چھوٹے آئینہ میں اُس کا چہرہ بھی دھندلا تھا۔ لیکن چراغ کی روشنی اور دھندلے آئینہ میں بھی رنگ واضح تھا۔ موٹے لیکن ترچھے بھنویں، خم دار پلکیں، موٹی بھوری آنکھیں۔۔۔وہ بد صورت تو نہ تھی پھر گاؤں کی لڑکیاں ایسا کیوں کہتی تھیں۔ کیا واقعی رنگ، خوبصورتی کی ایسی شرط ہے کہ نقش و نگار کی ساری محنت پسِ پشت ڈال دی جائے؟ کیا رنگ ہی حسن کا پیمانہ ٹھہرا، کہ نقش و نین کی قدر ہی باقی نہ رہی؟۔۔۔ وہ بس خود کو دیکھتی سوچنے لگی تھی رنگت میں فرق اب ہی آیا تھا۔ پہلے تو وہ ایسی نہ تھی۔۔

"سو جا زُہرہ چراغ بجھا دے اب ساری رات سوچنے نہ بیٹھ جانا" اماں نے کروٹ بدلتے آواز دی تو چونکنے کی بجائے بس جلتی بجتی آنکھوں سے اُنہیں دیکھنے لگی پھر ایک گہرا سانس لیتے تکیے کے نیچے آئینہ رکھ دیا۔ ساتھ چراغ بجھاتے بستر پر لیٹ گئی۔۔ کچھ ہی وقت میں اماں کے خراٹے کمرے میں گونجنے لگے تھے اور وہ بس سوتی بنی خراٹے سنتی گئی لیکن یقیناً ذہن پھر بھی گردش میں تھا۔ خان بابا کی سوچ کی گردش میں۔۔۔۔

* * * * * * * * * *

وہ کئی دنوں سے اکیلی ہی کھیت آ رہی تھی۔ آج بھی اکیلی تھی بس قدرے فاصلے پر ایک گائے بندھی ہوئی تھی، خاموشی سے گھاس چرتی، جیسے اس تنہائی کی واحد گواہ ہو۔ وہ فصل کاٹ رہی تھی۔ سر پر بندھا دوپٹہ دھوپ کے مقابل چھاؤں بنائے ہوئے تھا، مگر پیشانی کی تیوری بتا رہی تھی کہ دن بھاری ہے، اور دل بھی۔

وہ وقفہ وقفہ سے چند بالیاں کاٹتی، انہیں ایک طرف رکھتی پھر لمحہ بھر کو رُکتی سانس ہموار کرتی اور واپس سے کام پر لگ جاتی۔

کب سے وہ اسی ردھم میں لگی ہوئی تھی۔ ہاتھ چل رہے تھے مگر ذہن کہیں اور الجھا ہوا تھا۔ الجھن اُس کی جاتی ہی نہیں تھی۔

بیچ بیچ میں اس کے لب ہلتے، جانے کون سے شکوے تھے جو وہ گائے سے کہہ رہی تھی یا شاید خود سے۔ اسی لمحے، خاموشی کی تہہ چیرتی ہوئی، ایک آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

"اکیلی لگی ہو۔۔۔ کوئی مدد کو نہیں کیا یہاں؟" زُہرہ نے بمشکل سیدھے ہوتے اُسے دیکھا لیکن اگلے لمحے چہرے پر حیرت در آئی۔

"تم ادھر کیا کر رہے ہو؟"

"کام سے ادھر آیا تھا تو تم دکھ گئی "آواز عالیار کی تھی۔ دھوپ کے باعث ماتھے پر تیوری نمایاں تھی۔ اُس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا اور پھر سے بالیوں کو کاٹنے لگی۔ عالیار پشت پر ہاتھ باندھ پیچھے ہی کھڑا رہا۔

"تمہاری اماں کی طبعت کیسی ہے؟"

"ٹھیک ہے" دو لفظی جواب۔۔۔ کچھ دیر دونوں میں خاموشی رہی۔ عالیار ایک طرف کھڑے ہوتے کھیتوں پر نظر دوڑانے لگا۔ چاروں سمت چاول کی فصل لہلہا رہی تھی۔ دور دور تک پھیلی ہوئی، زندگی سے بھرپور۔ ہر کھیت میں سب اپنے اپنے کام میں مگن تھے، لیکن کوئی نہ کوئی ساتھ تھا جبکہ یہ لڑکی۔۔ اُس نے گردن زُہرہ کی جانب موڑی جو ماتھے سے پسینے صاف کرتے پھر سے فصل کاٹ رہی تھی۔ اکیلی تھی۔۔۔

"یہ سارے تمہارے کھیت ہیں؟" اُس نے ارد گرد جہاں کوئی نہ تھا۔ اُن کھیتوں کی جانب دیکھتے سوال داغا۔ جس کا جواب سامنے سے کام سے کام رکھو والی خاموشی تھی۔ اگلے لمحے زُہرہ نے گہرا سانس لیتے ایک پلی (گھٹر) بنائی۔ وہ اُسے اُٹھاتی کہ عالیار خود ہی ایک لمحے بھی دیری کیا بنا آگے بڑھا۔۔۔ وہ اُس کے ہاتھ سے پلی تھامتا کہ تیوری لیے زُہرہ ایک قدم پیچھے ہوئی گویا مدد کرنے سے روکا ہو۔۔ ساتھ تاثر وہی دیا کام سے کام رکھو والا۔۔

"بڑی ہی بے مروت ہو تم کوئی تمہیں مدد کی دعوت دے رہا ہے اور تم ایسا کر رہی ہو" اُس نے زُہرہ کی گھوری کو یکسر نظر انداز کیے، کہتے پلی پکڑتے ایک جانب رکھی۔۔۔ زُہرہ نے اُس کے بات کو کوئی تاثر نہ دیا۔۔

"میرے نہیں ہیں، جس کھیت میں، میں ہوں یہ میرا ہے" عالیار ہاتھ جھاڑتا اُس تک آیا۔۔ جواب آکر اُس کے سوال کا جواب دے رہی تھی گویا احسان کیا تھا محترمہ نے۔۔۔۔

"اکیلی لگی ہو کوئی مدد کو نہیں ہے کیا؟" بنا اِس کو جانب دیکھے وہ سیدھے درانتی کو اکڑوں بیٹھتے تھام چکا تھا۔

"نہیں ہے۔۔۔ سب کی اپنی فصل پک چکی ہے وہ میری مدد کیوں کریں گے بھلا اور تم بھی جاؤ یہاں سے" اُس نے آگے بڑھتے عالیار کے ہاتھ سے درانتی چھیننی چاہی لیکن عالیار کی پکڑ مضبوط تھی۔۔۔۔ نہ اُس نے چھوڑی، نہ زُہرہ نے ہاتھ کھینچا۔ دونوں ہی ڈھیٹ بنے اَڑے رہے۔۔۔ درانتی کے دستے پر ایک ہی ضد کی دو گرفتیں۔۔۔

"چھوڑو۔۔۔"

"تم چھوڑ۔۔۔"

"میں نہیں چھوڑ رہی۔۔یہ میرا کھیت ہے۔۔۔ میری فصل ہے اور میری درانتی ہے"

"نہ میرا کھیت ہے۔۔ نہ میری فصل ہے۔۔۔ نہ میری درانتی ہے لیکن پھر بھی میں نہیں چھوڑ رہا" وہ جتنا چبا چبا کر بولی تھی عالیار اُتنا ہی جما جما کر بولا تھا۔۔۔

"تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟ یقیناً تم نے میری فصل خراب کرنی ہے، اِس لیے ایسا کر رہے ہو نہ" وہ آنکھوں میں غم و غصہ لیے اُسے دیکھتی بولی۔۔۔۔

"اچھا۔۔۔۔ بھلا میں ایسا کیوں کروں گا" اُس نے بھنویں اُٹھائے۔

"کل میں نے راستہ نہیں بتایا تھا تمہیں اِس لیے" اُس نے عالیار کو درانتی نہ چھوڑتے دیکھ خود ہی درانتی چھوڑ دی اور قدرے فاصلے پر پڑی چھوٹی درانتی ہاتھ میں لیتے اُس کی جانب بڑھی۔۔

"اچھا کیا نہیں بتایا۔۔ خان حویلی خالی تھی وہ شہر گئے ہوئے تھے" اور وہ جو اُس کی جانب غصے سے درانتی لیے بڑھ رہی تھی رک گئی۔ جبکہ عالیار کی اب اُس کی جانب پشت تھی۔ وہ بہت سلیقہ سے ایک ایک بالی اپنے ہاتھ میں لے رہا تھا۔ زُہرہ کا درانتی پکڑے ہاتھ کمر کے پیچھے ہوا۔ وہ

کچھ اور بھی بول رہا تھا لیکن ۔۔۔ زُہرہ پھر بنا کوئی بات کیے، بنا کچھ کہے دوسری سمت اکڑوں بیٹھتے فصل کاٹنے لگی۔۔ کر رہا تھا تو کرے کام اُس کا ہی فائدہ تھا۔

"تمہیں یہاں گرمی نہیں لگتی؟ "ایک لمحے کے لیے رکتے ماتھے سے پسینا پونچھتے گہرا سانس لیتے زُہرہ کو دیکھا۔۔۔ زُہرہ نے پلی اُٹھائی اور دوسری پلیوں پر رکھ دی۔

"تم بڑے نازک مرد ہو ابھی تم نے کاٹا ہی کیا ہے کہ تمہیں گرمی لگنے لگے"وہ اُسے دیکھتے گویا تعجب سے بولی تھی۔

"میں اپنی بات نہیں کر رہا میں تمہاری بات کر رہا ہوں" سر جھٹکتے پھر سے درانتی پکڑی۔ زُہرہ نے بھی اپنا حصہ سمنبھالا۔

"میرا رنگ جل چکا ہے اب تو عادت بن گئی ہے اب کیا گرمی لگنی "اُس نے لاپرواہی سے کہتے کندھے اچکائے۔ اب کی بار عالیار نے اُسے مڑ کر دیکھا۔۔ رنگ تو واقع جلا تھا لیکن وہ خود بھی جلی بھنی تھی۔

"مجھے لگا تھا تمہیں بس گاڑی ہی چلانی آتی ہے"وہ پھر بولی۔ دونوں کا ترچھا رخ ایک دوسرے کی جانب تھا۔

"کیوں ایسا کیوں لگا تمہیں" عالیار نے فصل کو کاٹتے بنا اُسے دیکھے سوال داغا۔

"نرم ہاتھ ہیں تمہارے۔۔۔پتہ چلتا ہے کبھی سخت کام نہیں کیا اور فصل تو کبھی کاٹی ہی نہیں" ماتھے سے پسینے پوچھنے کہا گیا۔ عالیار نے رکتے اُسے دیکھا چہرے پر خاصی حیرت تھی۔

"تم نے کب چھوئے"

"میں نے کیوں چھونے تھے؟"زُہرہ نے غرا کر اُسے دیکھا۔

"نہیں۔۔وہ بس تم نے کہا نہ نرم۔۔"

"ہاتھ تم نے پکڑا تھا۔۔ شکر کرو ابھی بھی ساتھ لگا ہے۔ ورنہ اِس وقت درانتی تمہارے ہاتھ میں نہ ہوتی"وہ عام انداز میں کہتے پھر سے کام کی جانب متوجہ تھی جبکہ عالیار کے چہرے پر نا سمجھی جھلکی۔۔ زُہرہ اچانک ہی اُس کی جانب مڑی۔۔ وہ جو اُسے دیکھ رہا رہا تھا ہڑبڑا کر فصل کی جانب متوجہ ہوا۔

"اچھا مجھے ایک بات بتاؤ" نہ اب کی بار اُس نے نہ دیکھا زُہرہ کو" اگر کسی کو کپڑے، جوتا، خوشبو اور سونے کی انگوٹھی دینی ہو تو کتنا خرچ آئے گا" وہ سنجیدہ تھی۔

"تم نے کیا کرنا ہے جان کر۔۔۔ تمہاری شادی تو خان بابا سے ہونے والی ہے نا" وہ روانی میں بولا تھا۔

"سوال کا جواب دو آگے سے سوال کیوں کرتے ہو" وہ چڑی۔ عالیار نے گہرا سانس لیتے اُسے دیکھتے کھیت پر نظر دوڑائی پھر درانتی اُٹھاتے اشارا کیا۔

"یہ جو تم فصل کاٹ رہی ہو نہ ۔۔۔ ساری بک جائے تب جا کر شاید سب آجائے یا ممکن ہے آدھی سے ہی آجائے۔۔"وہ پھر سے جھک چکا تھا۔

"مطلب یہ فصل کافی ہے ناں" عالیار نے سر کو خم دیا۔"شکر میں تو پریشان ہو گئی تھی" عالیار نے اُس کے لہجہ میں سکون اترتا محسوس کیا تھا۔

"اب بتاؤ تم نے جان کر کیا کرنا ہے اور کِسے دینا ہے سب کچھ "اب زُہرہ بات کر رہی تھی تو وہ بھی تو کر سکتا تھا ناں۔

"خان بابا کو" عالیار کا ہاتھ رکا اُس نے بے اختیار مڑ کر تعجب سے زُہرہ کو دیکھا۔ جس کے چہرے پر سنجیدگی تھی۔ جبکہ عالیار کی آنکھوں میں حیرت کی انتہا تھی۔

"اُسے ان چیزوں کی ضرورت ہو گی؟" پوچھتے نظر زُہرہ کے ہاتھوں پر تھی۔ جو فصل کاٹ رہے تھے۔ اُسے چھالے صاف نظر آئے تھے۔ آواز سپاٹ جیسے غیر مرئی نقطے کو دیکھ کر بول رہا ہو۔

"پہلی بات تو اُسے نہیں، اُنہیں۔" خفگی سے کہا گیا" ہمارے ہاں جب شادی ہوتی ہے تو عورت کا سب کچھ مرد لاتا ہے اور مرد کا سب کچھ عورت۔۔ تحفہ سمجھو یا رسم لیکن یہ ضروری ہے تاکہ ایک دوسرے کے دیے ہوئے تحفوں میں پہلی بار جوڑا ملے۔۔۔ کہا جاتا ہے محبت بڑھتی ہے " وہ عام انداز میں بولی تھی جبکہ عالیار بس اُسے دیکھ کر رہ گیا۔

"میرے نہیں خیال اُنہیں ضرورت ہو گی۔۔ میں نے سنا ہے وہ خوشبو پسند نہیں کرتے، کپڑے وہ عام پہنتے نہیں۔۔ سونا مرد پر ویسے ہی حرام ہے اور جوتا وہ خود بھی پہنتے ہی ہوں گے" اب کے ادب سے اُس کی جگہ اُن چنا گیا۔ لہجہ میں جھنجھلاہٹ تھی۔ تعجب بھی۔ حیرت بھی۔ مطلب اتنی محنت بس ایک مرد کے لیے کی جا رہی تھی جو کہ تھا بھی ابھی بنا نام کے۔

"میں کچھ بھی عام نہیں دوں گی"

"تمہارا دیا سب کچھ خاص ہی ہو گا لیکن اتنی محنت بس ایک مرد کے لیے، ایک تحفہ کے لیے، ایک رسم کے لیے"

"وہ مرد میرا ہونے والا شوہر ہے" اور یہاں عالیار لب بھینچ کر رہ گیا۔ وہ کچھ نہ بول سکا ایک لفظ نہیں بس اُسے دیکھے گیا۔ چادر کے پلو سے وہ پسینے صاف کر رہی تھی سانولے رنگ میں خاصی سرخی تھی دھوپ کی سرخی۔۔۔

"تمہیں کام نہیں ہے کیا؟ جو کب سے بیٹھے یہاں لگے ہو، جاؤ کام کرو جا کر اپنا "وہ منہ بسور کر کہتے اپنے لیے مٹکے میں سے پانی ڈالنے لگی جبکہ عالیار نے سر جھٹکا گویا زُہرہ پر افسوس کیا ہو۔

"کام سے نکال دیا ہے اب کوئی کام نہیں ہے میرے پاس" اِس کی بات پر زُہرہ کو زوروں کا اچھو لگا تھا۔ عالیار نے پھر سے نظریں اُس پر کیں جو اپنے سینے پر ہاتھ مار رہی تھی۔۔ شاید سانس اٹکا تھا۔

"ٹھیک ہو؟"زُہرہ نے پلکوں کی جنبش سے اُسے اطمنان بخشا۔۔۔ جیسے دیکھتے وہ پلی اٹھائے اب زُہرہ کے پاس پڑی دوسری پلیوں میں رکھنے آیا تھا۔ جب یکدم زُہرہ نے اُس کے سامنے مٹّی کا گلاس پیش کیا۔۔۔پیش کرنے کا انداز احسان کرنے والا تھا ایک ہاتھ خاصا لمبا کیا نظریں پلی پر ٹکائے وہ اُسے پانی دے رہی تھی واہ۔۔۔ اُس کے عمل پر عالیار کے لب خم میں ڈھلے اِس قدر مسکراہٹ نے لبوں کو چھوا کہ جیسے چھپانے کے لیے اُسے نچلے لب کو دانتوں تلے لیا تھا۔۔

"یہ کیوں دے رہی ہو؟" انجان بنتے بنا پانی کا گلاس پکڑے اُس نے پلی دھری۔۔

"چلو بھر پانی میں ڈوب مرنے کے لیے اب مرو۔۔۔" وہ گھور کر کہتی گلاس مٹکے کے پاس رکھتی کہ پھر سے کچھ خیال آنے پر عالیار کے سامنے گلاس کیا۔ انداز پہلے جیسا ہی تھا۔ اِس بار بنا کسی سوال کے گلاس لے لیا گیا تھا۔ آخر کو اُسے بھی پیاس لگی تھی اور کنواں پیاسے کے پاس خود آیا تھا تو کیوں نہ پیاس مٹا لی جاتی۔ پانی ختم کرنے پر گلاس اُسے تھماتے شکریہ ادا کیا گیا۔ تبھی زُہرہ کی مغرور سی آواز ابھری وہی احسان کرنے والی۔

"کچھ عرصہ میرے پاس کام کرو گے "عالیار نے اُس کی پیشانی پر بل دیکھا۔ کئی لمحے دیکھتا رہا پھر نظریں چھالوں سے بھرے ہاتھوں پر گئی۔

"تمہیں نہیں لگتا یہ زیادتی ہے" وہ اُس کے ہاتھ دیکھتا کہہ رہا تھا۔ جو اگلے لمحے جھلا اُٹھا۔
"فکر نہ کرو میں کھانا چاول دونوں چیزیں دوں گی۔۔ لے جانا گھر بیوی بچے تم سے راضی ہوں جائیں گے "اُس کی آنکھیں پہلے تو بڑیٔ ہوی اور پھر عالیار بے ساختہ ہنس دیا۔۔ زُہرہ نے الجھی نظروں سے اُسے دیکھا۔۔ جو سر اُونچا کیے گہرا سانس لیتے ہنس رہا تھا۔۔
"میں بیوی بچوں سے فل وقت محروم ہوں " اُس نے گلا کھنگارتے کہا" ویسے رشتہ طے ہو چکا ہے اب دیکھو شادی کب ہوتی ہے"
"ہو جائے گی ہو جائے گی لڑکی راضی ہے تو ہو جائے گی" وہ اُس کا جواب مثبت میں سمجھی تھی مطلب وہ راضی تھا مدد کے لیے۔ شکر اُس کا کام بن گیا تھا۔۔یہی وجہ تھی کہ اب کا انداز بلکل مختلف تھا۔
عالیار نے اُس کے چہرے پر نظریں جمائیں "مجھے لگتا ہے جتنا لڑکی راضی ہے اور کوئی نہیں"
"وہ خوش ہو گی"
"لگتی تو بہت ہے" ڈھلتے سورج کا عکس زُہرہ کی آنکھوں میں بن رہا تھا یہ نظارا دیکھتے وہ محظوظ سا ہوا۔ اگلے ہی لمحے سر جھٹکتے اُس نے درانتی ہاتھ میں لی تھی۔
'تم نے دیکھا ہے اُسے؟" اشتیاق سے پوچھا گیا۔ اب وہ پھر سے کاٹ رہا تھا جبکہ وہ اشتیاق سے سن رہی تھی۔ اِس زمانے میں دیکھا تھا بڑی بات تھی۔
"دیکھا تو ہے"
"کیسی ہے؟"

"سانولی" زُہرہ کے چہرے کی مسکراہٹ یکدم غائب ہوئی بلکل سپاٹ۔۔۔ وہ اور بھی کچھ کہہ رہا تھا لیکن جانے کیوں اُس کا ذہن گاؤں کی لڑکیوں کی باتوں میں الجھ کر رہ گیا پھر یکدم وہ بھر بھر جلی۔

"اچھا ہے تم فصل ہی کاٹو جب اُس کی برابر کا رنگ نکل آئے تب ہی شادی کرنا۔۔۔۔۔ بڑے آئے گوروں کی اولاد" وہ خفگی سے بھرے جلے انداز سے بولی تھی گویا چوٹ اپنے رنگ پے لگی ہو۔ اُس کی بھی تو شادی تھی اور سامنے موجود دولہا اپنی دولہن کو سانولی کہہ رہا تھا۔ وہ بھی تو دلہن بننے والی تھی وہ بھی خان بابا کی۔۔۔ جبکہ عالیار پھر سے ہنس رہا تھا آج ہی گویا ساری فصل کاٹنے کا ارادہ تھا۔

* * * * * * * * * * *

آج فصل کا ساتواں دن تھا۔ وہ جو عالیار کا رنگ تھوڑا سفید تھا۔ گندمی رنگ میں ڈھل چکا تھا۔ ہاتھ کی نرمی پیچھے رہ گئی تھی۔ چھالے اُس کے ہاتھوں پر اب زُہرہ سے زیادہ تھے۔ گویا اِن سات دنوں میں جس نے محنت کی تھی وہ محض عالیار تھا۔۔ اِس وقت بھی دونوں چاول نکال رہے تھے۔پتھر پر پلی ماری جاتی۔ جب محسوس ہوتا پلی چاولوں سے خالی ہو چکی ہے۔ تب عالیار وہ پلی دور اچھال دیتا اور زُہرہ ایک نئی پلی اُس کے ہاتھوں میں تھماتی۔۔۔جیسے وہ کسی دھوبی کی طرح اوپر نیچے کرتا۔۔یہی عمل پیچھلے کچھ گھنٹوں سے جاری تھا۔ یقیناً اِس مضبوط جسامت رکھنے والے مرد کے بازو رات کو کسی پھوڑے کی طرح دکھنے والے تھے۔ لیکن پھر بھی وہ زُہرہ کی بجائے خود کر رہا تھا۔ وہ خود یہ کام کر سکتا تھا لیکن زُہرہ سے نہیں کروا سکتا تھا۔ اُس کا عمل یہی بتا رہا تھا۔۔۔

"یہاں سے منڈی کتنی دور ہے؟" چاولوں میں سے کنکر چنتے پوچھا گیا۔

"فصل تو ادھر ہی بک جائے گی" سانس پھولا ہوا۔ چہرے پر پسینہ۔۔۔ وہ کتنا تھکا تھا۔

"مجھے چاول کم لگ رہے ہیں" وہ شاید افسردہ تھی۔ عالیار نے گردن جھکا کر اُسے دیکھا۔ وہ سست سے کنکر نکالتی بے زاری سے پھینک رہی تھی۔

"مجھے تو ٹھیک لگ رہے ہیں جو جو تم نے کہا ہے اتنے پیسوں سے آ ہی جائے گا" اُس نے اب کی بار نئی پلی خود ہاتھ میں لی۔

"ہمم" اُس کی افسردگی کتنی بری تھی۔۔۔ عالیار نے گہرا سانس لیا۔

"چلو آؤ تمہیں گول گپے کھلا کر لاتا ہوں، یہاں آتے دیکھے تھے میں نے، ٹھیلا لگا ہوا تھا" ہاتھ میں پکڑے پلی یکدم پھینکتے ہاتھ جھاڑنے لگا۔

"پیسے ہیں تمہارے پاس؟" زُہرہ کی آنکھیں چھوٹی ہوئیں۔

"تم دو گی" فرصت سے کہا گیا۔

"میں کیوں دوں گی؟ چل تو کام کر بڑا آیا میں دوں گی" کہتے اُس نے پلی سمیٹنا شروع کی۔ عالیار نے آنکھیں سکڑیں۔۔۔۔ گویا کہا ہو کنجوسن کہیں کی۔ پھر مسکرا کر چھیڑا۔۔۔

"تم مالک ہو میری"

"مالک خود بھی غریب ہی ہے" وہ سنجیدگی سے پلی بناتے اُس کی جانب بڑھا گئی لیکن مونچھوں والے نے پلی ہاتھ میں نہ لی۔۔ وہ بس کچھ لمحے زُہرہ کو دیکھے گیا پھر اُس کی آستینوں کو جو کھلی تھیں۔ اگلے لمحے عالیار ایک قدم آگے آیا اور آستین کو پکڑتے پلی زمین پر پھینکتے اُسے لیے قدم بڑھانے لگا۔ وہ اوئے اوئے کرتی رہ گئی آستین چھڑوانی بھی چاہی لیکن بے سود۔۔ علیار آگے

آگے اور زُہرہ علیار کے پیچھے پیچھے۔۔۔ چڑتی کڑتی وہ اُسے سنا رہی تھی لیکن اُس مرد کا چہرہ اپنی ہونے پر بھی مسکرا رہا تھا۔ آستین نہ چھوٹی یہاں تک کہ وہ کھیتوں سے باہر نکل آئے۔

"میں پیسے نہیں دوں گی پہلے ہی بتا رہی ہوں" اُس نے پیچھے کی جانب زور لگاتے کہا۔

"میری تنخواہ سے کاٹ لینا"

"کون سی تنخواہ؟" انداز شاکی تھا، پیچھے جانے کی بجائے اب وہ ساتھ چلنے لگی تھی۔ جبکہ کلائی کو چھوڑے مکمل آستین عالیار کے ہاتھ میں تھی۔

"روٹی چاول۔۔۔"

زُہرہ کی آنکھیں چمکیں۔۔"چاول نہیں دوں گی"

"اب یہ غلط ہے"قدم ہم قدم ہوئے تو آستین چھوڑ دی گئی تھی۔

"ہم واپس چلتے ہیں" وہ مڑی۔۔

"نا دینا میں بھوکا نہیں ہوں تمہارے پانچ چھے کلو چاول کا"وہ واپس سے اُس کی آستین تھام چکا تھا۔

"پانچ چھے نہیں تھے پورے دو من تھے" وہ دانت نکال کر بولی" لیکن افسوس اب تم نہ کر چکے ہو تو جانے دو" عالیار نے اُس کی بشاشت بھری آواز پر سر جھٹکا۔ سب کچھ خان بابا کے لیے تھا۔ دو من چاول تک اِس کنجوس نے عالیار کو نہیں دینے تھے۔

اگلے کچھ لمحوں میں وہ گول گپوں کے ٹھیلے پر تھے۔ اب دونوں کھاتے کھاتے مسکرا رہے تھے۔۔ بیچ بیچ میں کہیں کوئی بات ہو جاتی ۔ کبھی ایک خفا ہوتا تو کبھی دوسرا لیکن آخر میں دونوں ہنس دیتے کتنی دیر ایسے ہی گزری تھی۔ بنا کسی پریشانی کے بس وہ دونوں اور گول گپے۔

جبکہ اِن دونوں کو ایک آدھ شخص اِس راستہ سے گزرتے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔۔۔جسے زُہرہ نے تو نہیں لیکن عالیار نے محسوس کر لیا تھا۔۔۔ اُن کی نظروں کا تاثر اُسے گھٹیا لگا تھا۔

****

"زُہرہ ارے او۔۔۔۔ زُہرہ !"یہ اماں تھیں۔۔۔چراغ کی مدھم روشنی کو ذرا سا ہلا کر وہ اُسے جگا رہی تھیں جو بے حس سی کھٹیا پر پڑی خواب و خرگوش کے مزے لوٹ رہی تھی۔"اُٹھ جا زُہرہ۔۔۔ بڑا نقصان ہو گیا ہمارا، اُٹھ جا"آواز نم ہو چکی تھی، مگر زُہرہ پر نیند کا غلبہ تھا۔ وہ نہ ہلی۔ مجبوراً اماں نے جھک کر پاس رکھا جوتا اٹھایا اور کھینچ کر اُس کے تلوے پر دے مارا۔ پھر کیا تھا۔۔خواب و خرگوش رفوچکر ہوئے۔ وہ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھی۔ چہرہ بگڑا ہوا، بال بکھرے، آنکھوں کے گرد سرخ ہالے، گویا گہری نیند سے اچانک جاگی ہو۔

"میں شام کو تھکی ہاری آئی تھی۔۔۔ ذرا خیال ہے اماں۔۔ نیند میں کون ایسی زور کی چپل ٹھوکتا ہے؟" وہ جمائی دباتے ہوئے بڑبڑائی۔

"تیری تھکن کسی کام نہ آئی زُہرہ۔۔۔ ہمارا راشن، سال بھر کا خرچ، تیری شادی۔۔۔ سب بارش بہا لے گئی۔" اماں کی آواز رندھ گئی۔۔یہ سنتے ہی زُہرہ جو پھر لیٹنے لگی تھی، سیدھی ہو بیٹھی۔ آنکھیں پھاڑے وہ بیمار ماں کو دیکھنے لگی جن کے گالوں پر آنسو ڈھلک آئے تھے۔ اسی لمحے اُس کے کانوں میں بھی آواز پڑی۔۔۔ بارش کی، کھن کھن، چھن چھن کرتی، بے رحم بوندوں کی آواز کسان کے فصل کو برباد کرتی آواز۔۔۔ رحمت سے زحمت بنتی آواز۔۔۔ اُس پر گویا پورا پہاڑ آگرا تھا۔

" وہ ٹرنک اوپر رکھ دے ابھی پانی اندر آجانا ہے" وہ یکدم کھٹیا سے اُٹھی، چادر لپیٹی، لالٹین جلائی اور ننگے پاؤں باہر نکل گئی۔ بنا ماں کی سنے وہ بس چلنے لگی۔۔ بارش کے قطرے چہرے کو لمحوں میں بھگو چکے تھے۔ پلکیں پانی کے بوجھ سے بند ہونے لگیں یا آنسوؤں سے یہ شاید وہ بھی نہ جان سکی۔۔۔۔ دل میں بس ایک ہی دعا گردش کر رہی تھی۔۔

اے کاش فصل بچ گئی ہو۔۔

اے کاش مہینوں کی محنت سلامت ہو۔۔۔

اے کاش کسی نے، بنا بتائے، کوئی مدد کر دی ہو۔۔۔

وہ کچے لیکن کیچڑ بنے راستوں سے گزرتی گئی۔۔۔ وہ مردوں کے ہجوم میں ایک اکیلی عورت تھی ۔۔۔۔ کسان جو اپنی اپنی فصل سمیٹ کر گھروں کو لوٹ رہے تھے۔۔ سب کے ہاتھوں میں لالٹینیں تھیں۔۔ روشنی کے ننھے دائرے۔ کوئی اُسے حیرت سے دیکھتا، کوئی افسوس سے۔ کئی سر جھٹک کر رہ گئے۔

"کہاں جا رہی ہو بیٹی؟ اب تو بارش سب لے ڈوبی۔۔۔ چاول کی فصل پک کر بھی کسی کام نہ آئی۔"یہ کسی بوڑھے کی آواز تھی، غم میں ڈوبی ہوئی۔ مگر زُہرہ نہ رکی۔ قدم تیز ہوتے گئے۔ جب معلوم ہوا کہ اِس سمت کوئی نہیں، تو وہ دوڑنے لگی۔ بھاگنے کے باعث لالٹین کا ننھا دیا بس بجھنے کو تھا۔۔ اب اُس کی ہچکیاں بھی ساتھ تھیں۔ وہ کسان تھی اور کسان کی محنت برباد ہو رہی تھی۔ مہینوں کی کمائی، اُس کی شادی، گھر کا خرچ۔۔۔ سب اِسی فصل سے بندھا تھا۔

"یا اللہ ! میری فصل بچا لے۔۔۔کوئی کرشمہ کر دے۔۔۔ ہم برباد ہو جائیں گے یا اللہ رحم کر! ہم کیا کریں گے؟ یا اللہ یتیم زُہرہ پر رحم کر۔۔یا اللہ۔۔"اچانک قدم ٹھٹھکے۔ زبان بھی رکی۔ آنکھیں جمی۔

برستی بارش میں اُسے کوئی نظر آیا۔۔۔

وہی۔۔۔جو کئی ہفتوں سے اُس کے ساتھ رہا تھا۔

وہی۔۔۔جس نے اُس کے شانہ بہ شانہ فصل کاٹی تھی۔

وہی۔۔۔ جس سے وہ لڑتی، جھگڑتی، اور آخر کار ہنس دیتی تھی۔

وہی۔۔۔ جو ہاتھ کی بجائے آستین پکڑتا تھا۔

وہی۔۔۔ جو چاول لینے سے انکار کر چکا تھا۔

وہ تخم کی بوری اوڑھے، سائبان کے نیچے کھڑا چاولوں کی بوریوں اور باقی ماندہ فصل کو بغور دیکھ رہا تھا کہ کہیں کسی سمت سے پانی رس تو نہیں رہا۔ بارش مسلسل برس رہی تھی مگر اُس کی نظریں ہر اُس گوشے پر جمی تھیں جہاں محنت محفوظ رکھی جا سکتی تھی۔

"عالیار"وہ مُڑا۔ اُس کا حال بھی کچھ زُہرہ سا ہی تھا۔۔ بھیگا ہوا، تھکا ہوا، مگر فرق یہ تھا کہ زُہرہ کے آنسو بارش میں گھل کر مٹتے جا رہے تھے اور اُس کے لبوں پر ہلکی افسردہ سی مسکراہٹ ٹھہری ہوئی تھی۔۔ ایسی مسکراہٹ جو خود کو سنبھالنے کی کوشش میں جنم لیتی ہے۔

"او تو تم آگئی۔۔۔ میں نے سب سنبھال لیا تھا ویسے" وہ دھیمے لہجے میں بولا، پھر بارش میں جھومتی چاول کی بالیوں کی طرف دیکھنے لگا۔

"بس یہ بچی تھیں۔۔ سمجھ نہیں آرہا کیا کروں۔ دل چاہتا ہے ابھی کاٹ لوں۔۔۔زیادہ بھیگی

نہیں ہیں، شاید دھوپ میں رکھ دی جائیں تو سنبھل جائیں۔ یا۔۔۔" وہ ذرا رکا، پھر لالٹین کی روشنی اور برستی بارش میں زُہرہ کے چہرے کو دیکھا۔ "یوں سمجھ لو، میرے حصے کی فصل بارش لے گئی۔" شاید زُہرہ کا یوں ٹوٹا ہوا چہرہ اُسے بھی بھاری لگ رہا تھا۔ دل پر بوجھ سا۔۔۔

"تم کب سے۔۔۔۔" آنسوؤں نے اُس کی آواز کا گلا گھونٹ دیا۔ وہ بولنا چاہتی تھی، مگر رونا پہلے اُمڈ آیا تھا۔ عالیار اُس کے ادھورے جملے کا منتظر رہا، پھر جب وہ خاموش ہی رہی تو گہرا سانس لیتے اُس کے قریب ہوا۔۔ اگلے لمحے عالیار نے خود کو ڈھانپے تخم کی بوری اتار کر زُہرہ کے سر کو ڈھانپا۔ ساتھ لالٹین اپنے ہاتھ میں لے لی۔۔۔

"جب ہوا نے میری کان میں آکر سرگوشی کی تھی کہ تم آنے والی ہوں" وہ جو زیادہ بھیگا نہیں تھا اب مکمل بھیگ چکا تھا اور زُہرہ جو بھیگی ہوئی تھی اب بارش سے محفوظ تھی۔ کیا حفاظت تھی۔۔

"شادی ہو جائے گی تمہاری زیادہ پریشان نہ ہو اتنی فصل تو ہے ہی کہ سب لے سکو" وہ اُسے یوں ہی کھڑا دیکھ پھر بولا نہیں۔۔۔۔ بلکہ چھیڑا۔۔۔ اُس کے نزدیک فصل کا کاٹنا شادی کے لیے ہی تو تھا۔

"بات شادی کی نہیں ہے ہمارا چھے مہینے کا راشن اِسی فصل سے آنا ہوتا ہے۔" کہتے وہ بوری کو سینے سے تھامے سائبان کی جانب بڑھی تھی "شادی تو بعد میں بھی ہو سکتی ہے" اُس نے دونوں کی محنت کو آسودگی چھوا۔۔۔ اگر علیار نہ آتا تو کیا ہوتا۔ پھر اپنے گیلے ہاتھوں کو فوراً پیچھے کر لیا۔

"یہ تو پھر تم اپنے خان بابا پر ظلم کرو گی" وہ خفا ہی تو ہوا تھا گویا دل پر لگے ہوں الفاظ۔ گویا شادی اُس سے ہونی ہو۔۔

"میرے خان بابا کو میرا ہی نہیں پتہ ۔۔۔ ظلم میں کیا کروں گی اُن پر" وہ سائبان کے چاروں طرف نظر دوڑانے لگی۔ سائبان یوں بنا تھا جیسے ایک عارضی چھونپڑی۔ اگرچند قطرے اندر آ بھی جائیں، تب بھی حفاظت باقی رہتی۔ بارش کے شور میں، محنت ابھی سانس لے رہی تھی۔ یہ دیکھ اُس کی سانس بحال ہوئی تھی۔۔۔ چہرے پر تھکن زدہ مسکراہٹ لوٹ آئی۔۔

جبکہ دوسری جانب میرے خان بابا پر وہ بے ساختہ ہنس دیا زُہرہ نے خفگی بھری نظر اُس پر ڈالی گویا عالیار کا یوں ہنسنا اُسے اچھا نہ لگا ہو، جیسے وہ اُس کے احساس کا مذاق اُڑا رہا ہو۔۔ عالیار نے فوراً خود کو سنبھالا۔ گلا کھنکارا اور نظریں اُٹھا کر آسمان کی طرف دیکھنے لگا، جہاں گھنے بادل ایک دوسرے سے لپٹ کر برس رہے تھے۔

"بارش ابھی اور ہوگی۔۔ تم جاؤ میں ادھر ہی ہوں خیال رکھوں گا" وہ اب کچھ سنجیدہ تھا۔ زُہرہ نے سر کو نفی میں ہلایا اور ادھر ہی پاس پڑے پتھر پر بیٹھ گئی۔ بارش اُسے پہلے ہی بھیگو چکی تھی لیکن اب سر پر موجود عالیار کا دیا گیا سائبان اُسے ڈھانپے ہوے تھا جبکہ وہ لالٹین لیے دھڑا دھڑ بھیگ رہا تھا۔

"نہیں میں نہیں جا رہی پہلے ہی میں سوچ میں ڈوبی ہوں کہ تمہارا شکریہ کیسے ادا کروں" اُس نے ٹانگیں سکڑیں اور بوری کو ہر طرف سے خود پر ڈال دیا۔ عالیار نے آگے بڑھتے لالٹین سائبان کے نیچے چاولوں کی بوریوں کے ایک طرف کر کے رکھی اور بالوں کو ماتھے پر سے پڑے کرتے زُہرہ کی جانب متوجہ ہوا۔

"ایسے رات گئے تمہارا یہاں رکنا ٹھیک نہیں زُہرہ" وہ واقع سنجیدہ ہوا تھا۔ زُہرہ نے اُسے دیکھا۔ وہ دور جاتے آدمیوں کو دیکھ رہا تھا۔

"تمہیں خود پر اعتبار نہیں یا مجھ پر؟"

"بات اعتبار کی نہیں، بات عزت کی ہے اور تم خان بابا کی عزت ہو" وہ اُس کی بات پر بھنایا ہی تو تھا۔ چہرہ بارش کی بوچھاڑ میں بھی سرخ ہوا تھا۔

"میں تمہاری مالک ہوں۔۔۔ مانا میں نے کہا شکریہ ادا کیسے کروں؟ اِس کا مطلب یہ نہیں کہ تم سر چڑھ جاؤ، سارا گاؤں جانتا ہے میں کسان ہوں اور میں اپنی فصل خود کاٹتی ہوں اِس لیے زیادہ باتیں نہ بناؤ تم اگر نہ بھی ہوتے تب بھی میں ادھر ہی ہوتی اِس میں خان بابا کو بیچ میں نہ لاؤ" اُس نے گویا عالیار کو اپنی اوقات دیکھائی تھی۔ وہ کچھ لمحے چپ رہا بس بارش کی بوچھاڑ میں زُہرہ کو دیکھنے لگا پھر گہرا سانس لے کر گویا ہوا۔

"اگر وہ یہاں ہوتے تو بھی تم ایسا ہی کرتی؟"

"اگر وہ یہاں ہوتے تو میں یہاں ہی نہ ہوتی" اُس نے سر جھٹکا لہجہ میں افسردگی در آئی تھی۔۔۔ عالیار بھی افسردہ ہوا۔ لڑکی اپنی ہمت سے زیادہ کام کرتی تھی اُس کے ہاتھ گواہ تھے وہ کیوں کر ایسا نہ کرتی۔۔۔ وہ کیونکر سخت مزاج نہ ہوتی۔۔۔

"جاؤں یہاں سے زُہرہ" اب کی بار رعب سے کہنا چاہا۔ لیکن آواز میں دھاڑ نہ تھی۔۔۔۔ ٹھہراؤ تھا نرماہٹ تھی۔ عزت تھی۔۔

"میں نہیں جا رہی" بس کہنا تھا کہ عالیار جھنجھلا کر اُس کی جانب بڑھا ابھی وہ آستین کو ہاتھ میں لیتا کہ۔۔۔۔ اگلے ہی لمحے درانتی زُہرہ کے ہاتھ میں تھی جو اُس نے عالیار کو دیکھائی تھی۔۔۔ وہ چونک کر دو قدم پیچھے ہوا۔۔۔ آنکھیں پھاڑے درانتی کو دیکھا پھر زُہرہ کو، جس کے تاثرات اتنے ٹھنڈے تھے جیسے کچھ ٹھنڈا پیش کر رہی ہو۔ وہ شل ہی تو ہوا تھا۔۔۔

"تم۔۔مجھے مارنے۔۔ لگی تھی" وہ ہق دق سا بس دیکھے جا رہا تھا۔ زُہرہ نے سر کو نفی میں ہلایا۔
"نہیں۔۔۔ اگر غلط نیت سے آئے تو مار بھی دوں گی" عالیار کی آنکھیں مزید پھیلی" فکر نہ کرو، نہ آئے تو نہیں ماروں گی"آہ اُس کا اطمینان۔ کہاں سے لگ رہا تھا یہ کچھ دیر پہلے والی لڑکی ہے جو حیران وپریشان تھی۔
" میگنیفِکس (**زبردست**) "وہ شاکی حالت میں ہاتھ جھلا کر بولا گویا کہا ہو میں ہی پاگل ہوں جبکہ زُہرہ کے کان کھڑے ہوئے۔
"یہ کون سی زبان ہے؟"علیار نے منہ پر ہاتھ پھیرا۔۔۔یہ جھنجھلاہٹ کا آخری درجہ تھا۔ اُس نے آنکھیں تک بند کی تھیں۔۔
"تم پڑھے لکھے ہو عالیار؟" درانتی گود میں رکھے اُس کی آنکھیں چمکیں۔۔ عالیار نے ہاتھ ڈھیلے چھوڑے اور بچارگی سے اُسے دیکھتے سر کو اثبات میں ہلایا۔
"شہر سے پڑھ کر آئے ہو؟"سر پھر اثبات میں ہلا۔
"تمہیں کام کی نہیں نہ ضرورت؟" آنکھیں چھوٹیں ہوئیں۔ سر اثبات میں ہلا لیکن فوراً نفی میں ہلا دیا گیا۔
"کیا یہ" اُس کی طرح ہی گردن ہلائی۔۔۔
"میں پڑھا لکھا ہوں لیکن میرے پاس کام نہیں ہے میں اِس گاؤں کا بھی نہیں ہوں ساتھ والے گاؤں کا ہوں بتایا تو تھا تمہیں" ایک ہی لے میں کہہ ڈالا۔۔۔
"تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں"
"کیا؟۔۔۔کہا تو بتایا تو تھا"

"پڑھائی کا نہیں بتایا"

"کیا بتاتا یہی کہ پڑھا لکھا ہوں اِس لیے کام نہیں ملا جہاں تک میں جان سکا ہوں یہاں سب ایک سے ہی کام کرتے ہیں کوئی پڑھا لکھا ہونے کا فائدہ نہیں"وہ ہاتھ جھلا کر بولا زُہرہ نے ناک سکڑتے سر اثبات میں ہلایا۔ بارش ابھی بھی جاری تھی لیکن قدرے کم۔ وہ کھڑا رہا وہ بیٹھی رہی اور لالٹین وہ بس دونوں کو دیکھ رہی تھی دونوں کو اپنی موجودگی کا احساس دلا رہی تھی ۔۔۔ کئی لمحوں بعد پھر سے زُہرہ کی آواز ابھری۔

"خان بابا بھی باہر ملک گئے ہیں وہ بھی پڑھنے لکھنے، لیکن کیا فائدہ ۔۔مجھے تو سمجھ نہیں آتی آکر کریں گے کیا" وہ لالٹین کو دیکھ رہی تھی اور عالیار اُسے۔۔

"تم نے ہی کہا شادی کریں گے"

"شادی کے بعد بھی تو کچھ کرنا ہوتا ہے " اُس کی بات روانی میں نکلی لیکن عالیار۔۔ وہ۔۔۔ مسکرا دیا۔۔۔ ایسی مسکراہٹ جس میں شرارت، سرشاری اور معنی خیزی ایک ہی لمحے میں سمٹ آئی تھی ۔ شرارت آنکھوں میں تھی۔ سرشاری دل میں، اورچہرے پر ایسی معنی خیزی جو خاموشی بن کر بولتی رہی۔

"وہ اُن کا مسئلہ ہے تم فکر نہ کرو اُنہیں معلوم ہو گا وہ کیا کرنا چاہتے ہیں اور کیا کرے گے۔۔۔۔۔ چلو جاؤ اب تم ۔۔۔ جانتا ہوں جھانسی کی رانی ہو لیکن پھر بھی اگر تم اکیلی ہوتی تو علیحدہ بات تھی ابھی ساتھ میں ہوں اِس لیے جاؤ زُہرہ، مان جاؤ میری بات" وہ اب کی بار نرمی سے بولا گویا کسی بچہ کو پچکار رہا ہو۔ لیکن اندر سے وہ بھی جانتا تھا سامنے بیٹھی کنجوسن کبھی نہیں مانے گی۔۔۔ زُہرہ نے اُسے دیکھتے آنکھیں سکیڑیں۔

"تم چلے جاؤ۔۔"

"زُہرہ۔۔"وہی ہوا تھا اُس نے سانس خارج کیا سر اوپر کرتے چند لمحے آنکھیں بند کی۔۔۔

"نہیں جاؤ گی؟"

"نہیں"

"ٹھیک ہے پھر"

پھر رات بھر وہ کھیت کی اُس جانب کھڑا تھا جہاں سے زُہرہ اُسے صاف نظر آسکتی تھی لیکن زُہرہ کو وہ نہیں۔۔ نہ ہی کسی اور کو۔ رات گزری۔۔۔ بارش رکی۔۔ دن چڑھا۔۔۔ دھوپ نکلی۔۔۔ سب سمیٹا گیا پھر جا کر راہِ گھر لی۔

* * * * * * * * * * * *

"زُہرہ" وہ دوپہر کا کھانا کھا رہی تھی جب اماں نے آواز لگائی جس پر اُس نے بس "ہمم" کیا تھا۔

"تو عالیار کی مدد نہ لے ، اُسے کام سے نکال دے، کون سا توں نے اُسے کوئی سونا دینا ہے جو ساتھ رکھا ہوا ہے"اُن کا انداز عام تھا گویا ہلکے انداز میں اپنی بات کرنا چاہتی ہوں۔

"اور اب یہ بات کس نے کہہ دی تیرے سے "آواز میں بے زاری اتری ساتھ بے دلی سے نوالہ توڑا۔

"کسی نے نہیں کہی ۔۔۔ جوان مرد اور عورت ایسے ساتھ کام کرتے ہیں گاؤں والے اندھے تو نہیں" یقیناً اماں کا کان کسی بھرا تھا۔ زُہرہ نے گہرا سانس لیتے اُسے دیکھا۔ کسی دن اِن گاؤں والوں کا اُس نے سر پھاڑ دینا تھا یہ تو پکا تھا۔

"جس نے بھی کہا ہے نہ اماں کہ جوان مرد اور عورت۔۔۔ اُسے بس یہ کہہ دینا کہ آکر وہ لگ جائے میرے ساتھ۔۔۔"

"فصل کٹ چکی ہے"وہ ابھی بول ہی رہی تھی کہ اماں تیزی سے بولی۔ زُہرہ کے تو تلوں پر لگی اور سر پر بجھی تھی۔۔۔ سہی کان بھرے گئے تھے۔

"فصل منڈی لے کر جانی ہے، کیچڑ ہوا پڑا ہے ہر جگہ، کیا جس نے بھی تیرے کان بھرے ہیں، وہ جائے گا یا جائے گی میرے ساتھ ؟"اماں خاموش رہی اُس نے پانی کا گلاس ہاتھ میں لیا روٹی تو وہ کھانا چھوڑ چکی تھی" اماں لوگوں کی عادت ہوتی ہے خود مدد کر نہیں سکتے تو کسی کو کرنے بھی دیتے کیا سارا گاؤں سویا مرا تھا جب سب اپنے اپنے بیوی، بچوں کے ساتھ فصل کاٹ رہے ہوتے تھے اور میں اکیلی لگی ہوتی تھی۔ جب اُن میں سے کسی کو پیاس لگتی تو ایک پانی لا کر دیتا اور میں۔۔۔۔ اگر مجھے لگتی تو میں پیاس روک لیتی ہونٹ خشک کر لیتی کیونکہ کبھی کبھی مٹکے کا پانی ختم ہو جاتا تھا کسی تو ترس نہ آیا مجھ پر لیکن پھر ایک کو آیا وہ بھی میری اپنی ماں کو۔۔۔۔ میرے ساتھ گئی اور اگلے دن پھر سے منجی پر بیٹھ گئی توں بتا اگر کسی کے پاس کام نہ ہو اور آپ کو بھی مدد کی ضرورت ہو تو کیا منتیں کر کے کام کروانا بہتر ہے یا پھر کام دے کر "اُس نے تیوری ماتھے پر سجائے کہا ساتھ پانی کا گلاس منہ کو لگایا۔۔اماں نے کھٹیا پر بیٹھے ہی بے بس سی نظر اُس پر ڈالی۔

"لیکن۔۔۔"

"کچھ نہیں ہوتا اماں " اُس نے برتن اُٹھائے اور ایک طرف کر کے رکھ دیے۔۔۔"جب خالہ بی نے کہا تھا کہ ہم مدد کرتے ہیں تم نے ہی کہا تھا کہ لڑکے والوں سے مدد نہیں لیتے، پھر اُنہوں نے کہا کہ ہمارے پاس آجاؤ وجہ وہی ہمارا کھیت اور ایک دو جانور جب کوئی راستہ ہے ہی نہیں تو ہم

کیا کریں۔۔۔۔ عالیار مدد کر رہا ہے تو لوگوں کو اُس کی مدد بھی ہضم نہیں ہو رہی، لعنت ہو ایسے ہمسایوں پر جو کسی کام کے نہیں بس دل خراب کرنے پر تلے ہیں"

"اگر حویلی بات پہنچ گئی زُہرہ۔۔۔۔ تو ں سب کو چھوڑ دے بس یہ سوچ۔۔۔ اُنہوں نے مان رکھا تیرے ابا کا وعدہ یاد رکھا اگر ایسے کسی نے اُن کے کانوں۔۔۔۔"

"خان بابا سمجھیں گے میں اُنہیں خود عالیار سے ملاؤں گی۔۔۔۔"وہ کہتی باہر نکل گئی تھی۔ پیچھے اماں کچھ لمحے اُس جگہ کو دیکھتی رہی پھر اللہ کے حوالے کیے لیٹ گئی اماں کیا کر سکتی تھی جب زُہرہ جو گھر کا مرد بنی تھی ایسے کہہ رہی تھی۔

****

" ساتھ والوں کو کہتے سنا تھا منڈی سستی ہے اِس بار" کیچڑ بنے راستے سوکھ چکے تھے۔ جن پر لوگ پیدل چل رہے تھے لیکن وہ دونوں گدھا گاڑی پر تھے۔ زُہرہ عالیار کے دائیں جانب، تھوڑی سی خالی جگہ پر پاؤں لٹکائے بیٹھی تھی۔ عالیار خود گدھا گاڑی چلا رہا تھا، پیچھے چاولوں کی بوریاں پڑی ہوئی تھیں۔ زُہرہ کے ہاتھ میں ایک بالی تھی، جسے وہ ہوا میں لہلا رہی تھی، جبکہ اس کا چہرہ سنجیدہ تھا۔

"تو یہ تو اچھی بات ہے نہ" وہ روانی میں بولا زُہرہ نے ہاتھ میں پکڑی بالی۔ اُس کے کندھے پر ماری۔

"کسانوں کے لیے منڈی سستی ہونا کوئی اچھی بات نہیں ہوتی"

"او ہاں۔۔"

"ہاں جی اوئے۔۔۔۔۔ سیدھا چہرہ کر کے چلاؤ" چھک کر کہتے آخر میں بے زاری دیکھاتے اُس کا چہرہ سیدھا کروایا۔ کئی لمحے گدھے کے ٹاپوں کی آوازیں گزرے۔۔۔ پھر۔۔

"ویسے کیا واقعی ضروری ہے تحفہ دینا۔۔؟" تجسس آج بھی پہلے دن جیسا تھا۔

"یہ سوال دن میں دس دفعہ پوچھتے ہو" اُس کی آواز میں بے زاری وہی پرانی تھی۔

"دس دفعہ جواب دینے پر تمہارا کیا جاتا ہے" لگاؤ پہلے دن جیسا نہیں رہا تھا۔ انداز بدل گیا تھا۔

"تم تیز نہیں ہو گئے اِن چند ہفتوں میں" زُہرہ نے اُس کے ترچھے رخ کو دیکھتے آنکھیں سکڑیں۔

"اب تنخواہ نہیں ملتی مجھے۔۔۔ اور میں تیز ہو گیا ہوں؟ توبہ کرو مجھے یاد ہے بارش والی رات کیسے درانتی میرے گلے کے قریب آئی تھی" اُس نے جھرجھری لیتے ہاتھ میں پکڑے لگام سے گدھے کو تیز چلنے کا اشارہ دیا۔

"اپنی حفاظت کرنا فرض ہے سب پر" یہاں تو بے نیازی تھی۔

"وہ حفاظت تھی؟" وہ شاکی ہوا باقاعدہ گردن موڑے اُسے دیکھا۔ زُہرہ نے آنکھیں پٹپٹاتے اثبات میں سر ہلایا۔ "میں اگر قدم نہ روکتا تو یقیناً تم نے میری گردن اڑا دینی تھی" منہ بسور کر کہتے سر سیدھا کیا۔

"بری نیت سے میرے پاس آتے تو ابھی یہاں گدھا گاڑی پر میرے ساتھ نہ بیٹھے ہوتے" وہ عام انداز میں بولی تھی لیکن عالیار نے گدھا گاڑی روک دی اور اپنا مکمل رخ اُس کی جانب موڑا۔ جبکہ اُس کے ایسے گدھا گاڑی روکنے پر زُہرہ کا توازن بگڑا تھا جیسے بروقت آستین تھامتے سیدھا کیا گیا تھا۔

"ویسے مجھے تم معصوم لگی تھی"

"نہیں، میں نہیں ہوں" آستین چھڑوائی۔۔۔

"مجھے بھی اب یقین ہے"

"اچھا اچھا بس بس چلاؤ تم۔۔ بڑے آئے یقین کرنے والے۔" گدھا گاڑی پھر سے چل پڑی تھی اور دونوں کی باتیں واپس سے شروع ہو رہی تھیں۔

"تحفہ کو تمہاری زبان میں کیا کہتے ہیں؟" اُس نے لاپرواہی سے پوچھا لیکن چہرے پر اشتیاق تھا۔ جو وہ بنا دیکھے بھی جان چکا تھا۔

" تحفہ؟۔۔اممم۔"وہ سوچ میں پڑا۔۔۔ زُہرہ اُسے دیکھے گئی شاید تحفہ کا لفظ مشکل تھا جیسے یاد کرنے میں دیر لگ رہی تھی اور پھر آخر وہ بول ہی پرا۔۔۔

"تحفہ میری زبان میں وہ چیز ہے جسے لے کر دو دن خوشی اور ساری عمر یاد دہانی، تم بھی تو ایسا ہی کرو گی۔ جب جب کوئی بات ہو گی یاد تو کرواؤ گی ہی۔۔ میں نے یہ کیا۔۔ وہ کیا۔۔ فلاں فلاں کام کیا"وہ ہاتھ جھلا جھلا کر بولا۔ جبکہ ساتھ بیٹھی لڑکی کا پارا ہائی ہوا تھا۔

"میں نے تمہیں گدھا گاڑی سے نیچے پھینک دینا ہے اب"

"تم بھی میرے ساتھ ہی جاؤ گی" ایک ہاتھ میں لگام تھی تو دوسرے سے زنانہ آستین تھام لی گئی تھی۔۔۔ زُہرہ نے گھور کر اُسے دیکھا ساتھ آستین چھڑواتے اُس کے ہاتھ پر ایک تھپ لگائی۔۔۔ زنانہ تھپ خاصی مردانہ تھی۔۔۔

"ڈونم"

"ڈرم میں ہی پھینکوں گی تمہیں"وہ ابھی بھی چڑی تھی۔ سامنے دیکھتے بالی کا ایک ایک دانہ پھینکنے لگی ساتھ پاؤں مسلسل ہلا رہی تھی۔ عالیار نے سر ترچھا کیے اُسے دیکھا۔ وہ اُسے اِس لمحے معصوم لگی یا کچھ اور۔۔۔۔ وہ جان نہیں سکا لیکن لگی سیدھے دل پر تھی۔۔

"کیا۔۔۔؟" خود کو تکتا پا کر پوچھا گیا" ڈرم میں ہی پھینکوں گی" یقین دلایا گیا۔ وہ ہنس دیا کئی لمحے ہنستا رہا ساتھ گدھا گاڑی چلاتا رہا جبکہ زُہرہ نا سمجھی کی لکیر ماتھے پر ڈالے اُسے دیکھے گئی بھلا ہنسنے والی کیا بات تھی اِس میں۔

"ڈونم مطلب تحفہ۔۔۔حدیہ۔۔۔نذرانہ" وہ اُس کی طرف تھوڑا سا جھکا پھر معصومیت سے آنکھیں پٹپٹائی" یاں یوں کہہ لو سوغاتِ محبت جو تم خان بابا کو دینے والی ہو"یہاں عالیار کو اُس کے سانولے چہرے کا رنگ بدلتا دیکھائی دیا۔۔ اُس نے فورا سر سیدھا کرتے بمشکل سنجیدگی چہرے پر سجائی۔ جبکہ پھر نہ وہ بولا اور نہ زُہرہ۔۔۔۔

****

وہ اب منڈی میں تھے دور قدرے کوئی عورت نظر آجاتی تو آجاتی ورنہ بس لڑکی ایک ہی تھی۔ وہی جو عالیار کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔ چادر کو دائیں ہاتھ سے پکڑے چہرے پر کر رکھا تھا۔ موٹی بھنویں ساتھ جڑیں گویا وہ تنگ آچکی ہو اِس شور سے ۔۔۔ عالیار اب پیسے لے رہا تھا۔ اگلے لمحے وہ گدھا گاڑی پر تھے لیکن اب پیچھے کچھ نہ تھا۔ چادر چہرے پر سے ہٹ چکی تھی اور پیسے گنے جا رہے تھے جبکہ عالیار چہرے پر حیرت و مسکراہٹ لیے اُس کی گنتی سن رہا تھا۔ جو بلکل درست تھی۔۔بنا آگے بنا پیچھے بس پٹڑی پر۔۔

"تم تو ان پڑھ نہیں؟" اُس کا لہجہ بھی خوشگوار تھا گویا کوئی بوجھ ڈھلا ہو۔۔

"ہا۔۔۔پیسے گنتے کوئی انسان ان پڑھ نہیں ہوتا بس پیسے دو گنتی سنو" اُس کی آواز میں بھی کھنک تھی۔ جبکہ اِس بات پر عالیار کا قہقہ بے ساختہ تھا۔ وہ زُہرہ کی باتوں پر ہنسنے لگا تھا۔ بلا جواز،

بلا وجہ بس ہنس دیتا ۔۔ کیوں؟ شاید وہ بھی نہیں جانتا تھا۔ زُہرہ نے بھی مسکراتے سر اُٹھاتے اُسے دیکھا نظروں میں تشکر تھا۔۔

"اچھا سنو اگر پڑھے لکھے انداز میں کسی کو شکریہ کہنہ ہو تو کیا بولیں گے؟"

"کس کو کہنا ہے"

'تمہیں۔۔۔"عالیار چونکا۔

"مجھے؟" ایک ہاتھ سے لگام چھوڑے سینے پر انگلی رکھتے پوچھا گیا گویا کہا ہو۔۔ غلطی سے تو نہیں کہہ دیا نہ۔۔ دوسری طرف سے جبڑے بھینچے بہت تحمل سے سر اثبات میں ہلایا گیا۔۔ عالیار کے ہونٹ گول ہوئے۔۔۔ پھر وہ کچھ نہ بولا بلکہ اُس کے بولنے کا انتظار کیا۔

"تمہارا شکریہ۔۔۔ تمہارے انداز میں کروں گی، پڑھے لکھے انداز میں" وہ کچھ نہ بولا تو اُسے مزید بولنے کا موقع ملا شاید دل کی بات نکالنے کا موقع "میں سچ کہہ رہی ہوں، اگر تم نہ ہوتے تو میں نہیں جانتی میں کیا کرتی، ابا کے بعد پہلی فصل تھی جو میں نے بوئی، کاٹی، بیچ دی۔۔ اگر میرا رشتہ طے نہ نا ہوا ہوتا تو میں پریشان نہ ہوتی لیکن خالہ بی ابا کے بعد فوراً آگئیں کیونکہ اب ہم اکیلے رہ گئے تھے تو اُنہوں نے شادی جلدی کرنے کا فیصلہ کیا ہے جبکہ خان بابا ابھی تک نہیں آئے۔ خالہ بی جب کہہ کر گئی تھیں تب کہ وہ آنے والے ہیں لیکن وہ نہیں آئے۔۔ اب تو مجھے ڈر لگنے لگا ہے اگر میں اُنہیں پسند نہ آئی پھر؟؟؟؟؟؟۔۔۔ لوگوں کو تو رنگ سے بھی مسلہُ ہے دیکھو میرا رنگ۔۔" اُس نے اپنے ہاتھ کی پشت عالیار کی جانب کی جو کہ گہرا سانولا تھا جگہ جگہ زخم کے نشان تھے۔ ناخن ٹُرے مڑے کٹے ہوئے تھے۔۔ عالیار نے اُس کے ہاتھ کو دیکھا اور پھر اپنے ہاتھ کو جو زیادہ نہ سہی لیکن زُہرہ کے برابر تھا آخر میں سر سیدھا کرتے وہ مسکرا دیا۔۔

"دولہا کو بیوی سے غرض ہوتا ہے اُس کے رنگ سے نہیں"

"لیکن مجھے تو ہے ناں۔۔۔ خان بابا گورے چیٹے ہیں۔۔۔ایسے میں، میں اُن کے ساتھ کھڑی اچھی نہیں لگوں گی۔۔۔ دل پہلے ہی فکر مند ہوتا ہے اوپر سے گاؤں والے دل کو دکھا کر رکھ دیتے ہیں"کہتے کہتے وہ افسردہ سی ہوئی۔

"ہو سکتا ہے وہ بھی اِسی رنگ میں رنگ چکے ہوں۔۔۔ یعنی تمہارے رنگ میں" وہ سامنے دیکھتے گویا ہوا تھا۔ زُہرہ نے سرد سانس خارج کیا۔

"کاش ایسا ہی ہو۔۔۔۔۔ اچھا یہ سب چھوڑو مجھے بتاؤ اب"اب وہ گاؤں میں تھے۔ شام ہو چکی تھی۔ رات آنے کو بے تاب تھی۔ لیکن ادھر شکریہ باقی تھا۔۔۔

"می امور"

"یہ کیا ہے؟"

"شکریہ"

"او۔۔۔"

"اب کرو۔۔"

"کیا۔۔۔"

"شکریہ۔۔۔"

"اوہاں اچھا" وہ بلکل سنجیدہ ہوئی گدھا گاڑی رکی۔ اب وہ مٹی کے گھر کے باہر تھے۔ زُہرہ نے پیسوں کو مٹھی میں دبوچ رکھا تھا۔۔۔ دونوں ہاتھ دل کے مقام پر رکھے گویا تہہ دل سے شکریہ کہنا

ہو۔۔ اُس کے اِس عمل پر عالیار کی مسکراہٹ چھپ نہ سکی۔ اُس نے کئی بار گلا کھنگارا، کئی بار لب دبائے، مگر مسکراہٹ اپنی جگہ قائم رہی۔

"می۔۔ امور" زبان سے کہتے پلکوں کی جنبش بھی ہوئی۔ اور یہ اظہار یہ لمحہ اِس قدر خوبصورت اتنا دل موہ لینے والا تھا کہ عالیار مسکراتا ہوا لمحہ بھر کو وہیں ٹھہر گیا، نگاہیں اُس کے چہرے سے ہٹ نہ سکیں۔ وہ جو تہہ دل کیا۔۔ دل گردے پھیپھڑے سے شکریہ ادا کر رہی تھی عالیار کی مسکراہٹ پر بھنا اُٹھی۔

"بڑے ہی برے لگ رہے ہو" دانت فوراً اندر غائب ہوئے" شکریہ کے جواب میں بھی کچھ کہتے ہیں کیا تمہیں نہیں لگتا تمہیں بھی کہنا چاہیے بے مروت کہیں کے "عالیار کے ہونٹ گول ہوئے گویا سوچا ہو۔۔۔ او ہاں۔

"ان ایتیرنم" اُس نے بھی پہلو پر ہاتھ رکھتے، سر کو خم دیتے، پلکوں کی جنبش سے کیا خوبصورت جواب دیا تھا۔۔ جس میں کم از کم شکریہ کا جواب تو نہ تھا۔

"مطلب؟"نا سمجھی چہرے پر عیاں تھی۔

"شکریہ کی کوئی ضرورت نہیں میرا فرض تھا" وہ منہ کھولے اُسے دیکھنے لگی۔ عالیار نے کندھے اچکائے گویا کہا ہو جواب ہی دیا ہے پھر ہاتھ ڈھیلے چھوڑے لب ہلے۔۔

"ترجمہ بڑا ہی ہوتا ہے"

"ویسے یہ زبان کون سی ہے؟ انگریزی ہے کیا؟"

"نہیں لاطینی" زُہرہ کے ہونٹ گول ہوئے۔

بات مکمل ہوئی۔ وہ مٹی کے گھر میں داخل ہوئے۔ کھانا کھاتے بوڑھی اماں اب قدرے بہتر لگ رہی تھیں۔۔ وہی روٹی بنا بنا کر دونوں کو دے رہی تھی ساتھ عالیار کو محبت پاش نظروں سے بھی دیکھتیں۔ نظر میں شکر تھا۔ محبت تھی عقیدت تھی۔۔یہ وہ لڑکا تھا جو غیر تھا لیکن اپنوں سے بھی بڑھ کر اُن کے کام آیا تھا۔ کپڑے عام پہننے والا دل کا عام نہیں تھا۔۔ بس گاؤں والے اُسے عام بنا رہے تھے۔ باتیں بنا رہے تھے۔

****

اینٹوں سے بنی وہ وسیع و عریض حویلی اپنے اندر پرانے وقتوں کی شان سمیٹے ہوئے تھی۔ کشادہ دالان، بلند چھتیں اور دیواروں پر آویزاں پیتل کے قدیم چراغ۔۔۔ ہر شے ماضی کی خوشبو بکھیر رہی تھی۔ اندر چہل پہل کا سماں تھا۔۔ کوئی ملازم صحن میں جھاڑو دے رہا تھا تو کوئی باغیچے کے پودوں کی شاخیں سنوار رہا تھا۔ کہیں برتنوں کی ہلکی جھنکار تھی، کہیں قدموں کی جلدی جلدی چاپ۔ جیسے حویلی سانس لے رہی ہو۔ اِسی بیچ گیٹ سے ایک شخص اندر داخل ہوا۔ دھیما دھیما قدم اٹھاتا، قد آور مرد۔۔۔ چھوٹی مونچھیں۔۔ رنگ سانولا سا۔ وہ فاصلے پر کھڑے ملازموں کے سلام کا جواب محض سر کے ہلکے سے خم سے دیتا ہوا اندرونی حصے کی طرف بڑھ گیا، جہاں کپڑے اور زیورات قرینے سے سجے تھے۔۔ ریشمی تھان، مخملی جوڑے اور صندوقوں میں رکھے خاندانی زیورات، سب اپنی اپنی جگہ جگمگا رہے تھے۔

سامنے کمرے کے وسط میں منقش منجی بچھی تھی۔۔ **(پرانے زمانے کی مہنگی چارپائی)**، جس پر نفیس چادریں اور گاؤ تکیے رکھے تھے۔ اسی منجی پر وہ عورت بیٹھی تھی۔۔ درحقیقت وہ حویلی کی مالکن معلوم ہو رہی تھی۔ زیورات سے آراستہ، بنی ٹھنی، وقار میں ڈوبی ہوئی۔ کبھی وہ ایک

کپڑے کو انگلیوں سے چھو کر پرکھتی، کبھی دوسرے کو۔۔۔ نگاہوں میں انتخاب کی الجھن اور چہرے پر خاندانی رکھ رکھاؤ کی سنجیدگی۔ وہ مسکراتا ہوا آکر منجی کے پاس ہی بیٹھ گیا بلکہ عورت کی گود میں سر رکھ دیا۔۔۔یوں جیسے اس دلان، اس مالکن اور اس حویلی سے اس کا رشتہ ازل سے جڑا ہو۔

"اِس بار جلدی نہیں آگئے" عورت نے بالوں پر ہاتھ پھیرا جو اُس نے سر سے پکڑتے محبت سے لبوں سے لگایا تھا۔

"بس کام ختم ہو گیا تھا تو جلدی آگیا کیا کہتیں ہیں واپس چلا جاؤں" اُنہوں نے اُس کے کاندھے پر چپت لگائی۔

"پہلے تو جیسے ساری عمر میرے پاس رہے ہو ناں" وہ خفا ہوئیں تھیں۔ وہ گہرا سانس لیتے سیدھا ہوا اور اُن کے گرد بازو حمائل کیے۔ وہاں موجود ملازمہ اب بھی سامنے موجود چیزوں کو درست کر کے رکھ رہی تھیں۔

"اب آگیا ہوناں تو روز روز کیوں دوہراتی ہیں امی" اُس نے اُن کے ایک ہاتھ کو نرمی سے پکڑتے سہلایا۔

"ہاں وہ بھی سالوں بعد" وہ اُن کی خفگی پر مسکرا دیا" جانتے ہو گاؤں میں تمہیں کوئی نہیں جانتا بس نام سے واقف ہیں"دکھ سا جھلکا تھا اُن کے لہجے میں۔۔

"نام سے بھی نہیں واقف۔۔۔ شکل میری کسی کو یاد نہیں حقیقی نام معلوم نہیں بس اتنا جانتے ہیں کہ خان حویلی میں ایک مرد ہے جسے خان بابا پکارا جاتا ہے یہ کیسی واقفیت ہوئی؟ " اُس نے جھنجھلاہٹ سے کہا تھا۔

"خان بابا"ملازمہ پانی کا گلاس لے کر اُس تک آئی تھی۔ جو اُس نے شکریہ ادا کرتے فوراً تھاما تھا۔
"عالیار میری جان وہ محبت کرتے ہیں تم سے۔۔۔۔ تم ابھی تک کسی سے ملے نہیں دو ماہ ہونے کو ہیں حویلی میں ہی تمہاری شکل وصورت سے واقف ہیں سب ۔۔۔ میں تو کہتی ہوں شادی سے پہلے ایک آدھ دعوت کرلیتے ہیں تاکہ تمہیں سب جان لیں"اور شادی سے اُسے بے اختیار کوئی یاد آیا تھا وہی جس کو اِس کا گورے ہونے کا غم تھا۔ اُس نے بے اختیار ہاتھ دیکھے اور پھر وہ مسکرا دیا۔ رنگ تو زُہرہ نے اُس کا بھی نہیں چھوڑا تھا۔۔ یاں یوں کہنا بہتر تھا اپنے رنگ میں رنگ ڈالا تھا۔
"مسکرا کیوں رہے ہو؟" گلاس رکھتے جب اُس کی مسکراہٹ ظاہر ہوئی خالہ بی نے مسکرا کر پوچھا۔۔۔
"آپ جانتی ہیں آپ نے میری دلہن پر ظلم کیا ہے" وہ مصنوئی خفگی سے بولا تھا۔ جبکہ وہی زمین پر بیٹھی بوڑھی ملازمہ اُس کی بات پر چہرے پر پلو کیے ہنس پڑی۔
"تمہاری دلہن خود پر ظلم کرتی ہے" اُنہوں نے بھی اُسی کے انداز میں کہا۔
"وہ ظالم ہے اِس کا مطلب یہ تو نہیں نہ کہ آپ بھی ظلم کریں اگر رسم تھی تو اُن کی مشکل آسان کرتے بے چاری کو اپنے رنگ کی فکرہ لاحق ہے اگر میں نہ آتا تو وہ کیا کیا کرتی"وہ اتنی سنجیدگی میں بھی غیر سنجیدہ بات کر گیا تھا۔ جبکہ خالہ بی اپنے سنجیدہ بیٹے کی ایسی باتوں پر تو عش عش کر اُٹھیں تھیں ساتھ صغراں وہ تو منہ چھپا رہی تھی۔
"صغراں دیکھ رہی ہے تیرے خان بابا کیا کیا کرتے پھر رہے ہیں" عالیار کو خفگی سے دیکھتے اُنہیں سے نئے کپڑے کو ہاتھ میں لیا۔

'دیکھ رہی ہوں مالکن رنگ بھی بتا رہا ہے اِس بار چاول کی فصل کسی نے بہت محبت سے کاٹی ہے"

"آاااا صغراں خالہ آپ تو جان گئیں واقعی بڑی محبت سے ایک ایک چاول نکالا ہے"اُس کا انداز ایسا تھا جیسے عالیار خان نے کوئی بہت بڑی جنگ جیتی ہوں لیکن مالِ غنیمت ابھی تک ہاتھ میں نہ آیا ہو۔۔۔ مطلب افسوس برا۔۔ جبکہ اُس کی بات پر خالہ بی اور صغراں کی ہنسی چھوٹی تھی ساتھ خالہ بی نے اُس کے کندھے پر پھر سے چپت لگائی۔۔۔

"کیسی تھی میری بہو"ہنستے ہوئے،پیار بھری چٹکی کے ساتھ پوچھا گیا۔۔۔یہاں محبت بھرا انداز کیا آیا سامنے تو دلکشی کے پھول ہی بکھر گئے۔

(می امور) پہلو میں ہاتھ رکھے کتنا حسین تشکر تھا۔

"خوش تھی۔۔"وہ بھی اُسے دیکھ کر خوش ہی تو ہوا تھا اُس کی گنتی سنتے ۔۔۔ اُس کی چہرے کی چمک دیکھتے۔۔۔

"فصل بک گئی؟"ایک اور سوال۔۔۔ اُس نے اب کی بار تمام سازو سامان پر نظر ڈالی۔۔۔

"ہمم۔۔"

"تو پھر کیا مایوں بیٹھا دیں اُسے؟"اُس نے ایک کپڑے کو ہاتھ میں لیا لیکن ماں کی بات پر فوراً چھوڑتے اُن کی جانب متوجہ ہوا۔

"نہیں اُسے ابھی اپنے رنگ کی فکر ہے وہ نہیں چاہتی میں اُسے ایسے دیکھوں"انداز سنجیدہ تھا۔۔ یا شاید اُسے جذبوں کا احساس تھا۔

"روز تو دیکھتے ہو اور کیسے دیکھنا ہے"اُن کے چہرے پر نا سمجھی جھلکی۔۔

"عالیار بن کے دیکھتا ہوں اُس کا خان بابا بن کے نہیں" جملہ میں کیا تھا محبت تھی عقیدت تھی مان تھا کیا تھا۔۔ کوئی نہیں جان سکا لیکن وہ یہ ضرور جانتا تھا یہ جملہ زُہرہ کے لیے تھا۔

"تم نے ابھی تک نہیں بتایا؟" اُن کا انداز شاکی ہوا۔ صغراں نے بھی شاکی انداز میں کپڑے مالکن کو دیکھاتے ہاتھ روکے۔

"نہیں اُسے صدمہ لگ جائے گا۔۔۔" اُس کے جملے گویا اب نکلتے ہی زُہرہ کے لیے تھے کیا یہ جادو نہ تھا۔۔ ہاں شاید محبت کا جادو۔۔

"سارا دن تو اُس کے ساتھ ہوتے ہو جب اُسے پتہ چلے گا جس کے لیے ساری محنت کی جا رہی ہے وہ خان بابا اُس کے ساتھ مل کر سب کرتا رہا تب کیا اُسے صدمہ نہیں لگے گا" وہ اب مکمل سنجیدگی میں اُس سے استفسار کر رہی تھی۔ لیکن یہاں عالیار سنجیدہ نہ ہوا بلکہ وہ تو عجیب طرح سے مسکرا دیا۔۔۔

"وہ صدمہ خوبصورت ہو گا امی۔۔۔۔ سمجھا کریں" وہ آنکھ دبا کر کہتا اُٹھا۔ بلکہ اگلے لمحے وہاں پڑے پھلوں میں سے سیب ہاتھ میں لیے اپنے کمرے میں غائب ہوا تھا۔ پیچھے کچھ دیر تو صغراں نے اور خالہ بھی نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر سر جھٹک کر واپس سے کپڑے دیکھنے لگے۔

"اگر یہ رسم نہ نہ ہوتی مالکن میں زبان دے سکتی ہوں خان بابا نے ایک لمحے بھی دیر کیے بغیر بہو کو حویلی لے آنا تھا"

"مجھے بھی لگتا ہے محبت کرنے لگا ہے زُہرہ سے۔۔۔ حالانکہ مجھے ڈر تھا جب آئے گا یہی کہہ گا کہ مجھے لڑکی پسند نہیں یا کچھ اور لیکن یہاں تو معاملہ ہی الٹا نکلا۔۔۔ میں بڑی خوش ہوں اِس کے فیصلے سے خان صاحب بھی یقیناً خوش ہوں گے اپنے دوست کو دی ہوئی زبان پر۔۔۔ میں نے

رسوالاں بی بی کو اتنی بار کہا کہ حویلی آجاؤ تیرا شوہر نہیں رہا لیکن نہیں، وہ راضی ہی نہیں ہوتی "اُس کے لہجہ میں افسوس ہی تو آیا تھا بات نہ ماننے کا افسوس۔۔۔

" شادی کے بعد بھی تو وہ اکیلی رہ جائے گیں زُہرہ بی بی تو حویلی میں آجائیں گی"

"یہ خان بابا جانے اور اُس کی جورو۔۔۔ جا تو جا کر اماں کو دیکھ"

* * * * * * * * * * * * * * * * * * * *

"یہ شہر جانے میں کتنا وقت لگے گا؟ ٹانگے پر قسم سے کمر دکھ گئی ہے میری "گھوڑے کی ٹاپوں کی آوازیں ہچکولے لیتے اُس کی آواز ابھری تھی عالیار نے اُس کا اکتاہٹ سے بھرا چہرہ دیکھا۔

"واپس چلتے ہیں" زُہرہ نے بے زار نظر اُس پر ڈالی۔

"تم تو چپ ہی کرو، یہ کہا پیاس لگی ہے، واپس چلتے ہیں ،دھوپ زیادہ ہے، واپس چلتے ہیں،ٹانگا اونچا ہے، واپس چلتے ہیں، اپنے پرانے مالک کی گاڑی لے آتے، واپس چلتے ہیں، اب اگر تم نے ایک بار اور کہا نہ واپس چلتے ہیں تو میں نے تمہاری سلامی اب سڑک سے کروا دینی ہے"

"تم ہی مجھے زبردستی اپنے ساتھ لائی ہو ورنہ میں نے تو کام دیکھنا تھا اب " اُس نے منہ بسور کر کہتے سر سیدھا کیا۔

"سہیلی سمجھ کر لائی تھی"سر فوراً زُہرہ کی جانب مڑا" بس میرے جیسے کپڑے نہیں پہنے تم نے اِس بات کا افسوس ہے اور یہ مونچھ اتار دیتے تو بلکل ۔۔۔۔۔۔۔

"تم نے مجھے نہیں لیکن میں نے تمہیں ضرور ٹانگے سے نیچے پھینک دینا ہے"وہ پہلی بار خاصہ زُہرہ کے سامنے بھنایا تھا زُہرہ کا تو ہنس ہنس کر برا حال ہوا تھا۔ اُس نے تو بس چھیڑا تھا وہ چِڑا نہیں جل گیا تھا۔

کچھ ہی وقت گزرا ہو گا جب وہ شہر میں داخل ہو چکے تھے۔ زُہرہ آنکھیں پھاڑے ہر منظر کو دیکھ رہی تھی۔ ٹکر ٹِکر کرتی دو پہیوں والی گاڑیاں، رواں دواں سواریوں کا ہجوم، رنگ برنگِ ٹانگیں۔۔۔ شہر کی بے قرار دھڑکن۔۔۔ سب کچھ اُس کے لیے نیا اور حیران کن تھا۔ وہ بس دیکھتی ہی جا رہی تھی، آنکھیں پھاڑے بنا پلک جھپکائے۔۔۔ اِس خیال سے بے خبر کہ آج بھی اُس کی آستین کسی کے ہاتھ میں تھی۔ عالیار اُس کی آستین تھامے، بھیڑ میں سے راستہ بناتا، اُسے لیے دکانوں کی سمت بڑھ رہا تھا۔

"پہلے کیا لینا ہے؟" عالیار شور کے باعث کچھ اونچا بولا۔ لیکن زُہرہ کے کان آنکھیں ناک کچھ بھی عالیار کی جانب متوجہ نہ تھے۔ وہ بس بازار میں ہوتی ہل چل میں مشغول تھی۔۔ کبھی پیچھے دیکھتی تو کبھی عالیار کی پشت سے سامنے دیکھنے کی کوشش کرتی۔۔ لیکن لمبی چوڑی پشت کے باعث کچھ نہ نظر آنے پر منہ بسور کر دائیں بائیں دیکھنے لگتی۔

"کیا لینا ہے پہلے؟" ہاتھ میں پکڑی آستین سے اُس کے بازو کو جھٹکا دیتے ہوش میں لایا۔

"انگوٹھی۔۔"

"اوکے۔۔" وہ بائیں جانب کچھ نظر آنے پر وہاں جاتی کہ عالیار کے آستین کھینچنے پر اُس کے پیچھے لپکی۔۔۔ قدم بڑھے اور وہ سامنے موجود سنار کی دکان میں داخل ہوئے۔ زُہرہ کی آنکھیں مزید پھیلیں۔۔ وہ واقعی پہلی بار آئی تھی۔ تو ممکن تھا کہ غش ہی کھا کر مر جاتی۔ اُس نے وہاں موجود انگھوٹیوں پر ہاتھ پھیرا اور ایک انگھوٹی پر آکر انگلی کا دائرہ بنانے لگی عالیار نے اُسے دیکھا پھر اُس کی دائرہ بناتی انگلی کو تبھی سنار اُن کے پاس آیا تھا۔ جس نے آتے ہی مسکراہٹ سے ماپ پوچھا۔۔۔ عالیار نے گلا کھنگارا اور اُس کی جانب تھوڑا جھکا۔

"ناپ کتنا ہے، جانتی ہو؟" اُس سوال پر عالیار کے دل میں لڈو پھوٹا تھا۔ وہ جو دلکشی سے وہاں موجود انگوٹھی کو دیکھ رہی تھی یکدم سیدھی ہو کر عالیار کو دیکھنے لگی جس نے بھنویں سوالیہ اُٹھائے تھے۔

"عالیار۔۔۔۔"

"ہمم" اُس سے نظریں ہٹاتے بے نیاز بنتے سامنے پڑی انگوٹھیوں کو چھونے لگا۔

"مجھے نہیں پتہ"

"کیا نہیں پتہ ؟" بے نیازی قائم رہی۔ زُہرہ نے سنار کو دیکھتے عالیار کی آستین کھینچی۔۔ عالیار نے چونک کر اُس کی جانب دیکھا جو اُسے پلکوں کی جنبش سے زرا جھکنے کو کہہ رہی تھی۔۔۔ اُسی لمحے بنا کچھ کہے ہاتھ پشت پر باندھے وہ اُس کی جانب جھکا۔۔

"مجھے خان بابا کے ناپ کا نہیں پتہ۔۔ میں نے کبھی اُن کا چہرہ تک نہیں دیکھا تو اُن کی انگلی کا ناپ مجھے کیسے پتہ ہو گا" اُس کی آواز مدھم تھی۔

"مگر بازار تم نے پھر بھی اُن کے نام کرنا ہے۔۔ جس کا تمہیں کچھ اتا پتہ نہیں سوائے نقلی نام کے۔۔ حد ہے زُہرہ" زُہرہ ایک لمحے چپ ہوئی عالیار سیدھا ہوتا کہ زُہرہ نے آستین پھر تھامی گویا سیدھے ہونے سے روکا ہو۔

"اُس دن خالہ بی کہہ رہی تھی میں خان بابا کے کندھے تک آتی ہوں گی شاید" اُسے یکدم کچھ یاد آیا۔۔ جبکہ سنار اب دونوں کو اکتاہٹ سے دیکھ رہا تھا جو جانے کیا کھسر پھسر کر رہے تھے۔

"کندھے تک تو تم میرے بھی آتی ہو"اُس نے کندھے اُچکائے۔ زُہرہ نے حیرت سے اُسے دیکھا ۔۔۔ اب وہ سیدھا کھڑا ہو چکا تھا۔ وہ اُس کے بلکل برابر کھڑی ہوئی اور اُس کے کندھے کو دیکھا۔۔۔ہاں کندھے تک تو آہی رہی تھی۔

"مطلب تم خان بابا کے قد کے ہو"یہ نہیں کہا گیا اُن کا قد تمہارے برابر ہے بلکہ کہا گیا تم خان بابا کے برابر ہو۔۔۔ پھر سوال اُٹھتا تھازُہرہ کے نام پر وہ مسکراتا کیوں ہے۔ وہ مسکرائے نہ تو کیا کرے وہ مسکراہٹ چھپائے نہ تو کیا کرے۔۔۔وہ دل لگائے نہ تو کیا کرے ۔ وہ دل میں بیٹھائے نہ تو کیا کرے۔۔۔

"ہو سکتا ہے"اُس نے کندھے اچکائے۔

"مگر دل میں کھٹک یہی ہے کہ اگر کچھ بھی اُن کے مطابق نہ ہوا تو میری محنت بیکار ٹھہرے گی، عالیار" اُس نے منہ بسورتے افسوس سے کہا۔

"کچھ بیکار نہیں جائے گا۔۔۔قد ایک سا ہو تو جوتے، کپڑے اور انگوٹھی سب ہم قد نکل آتے ہیں۔" وہ خاصا مطمئین تھا۔ اپنی بات جو کر رہا تھا۔

"لیکن ۔۔۔"

"کچھ نہیں ہوتا" یقین دلایا گیا پھر سنار کی جانب دیکھا"۔چچا اگر ہم نے انگوٹھی تبدیل کروانی ہو تو کیا کر دو گے؟"سنار جو اکتاہٹ سے اِنہیں دیکھ رہا تھا یکلخت عالیار کے بولنے پر سیدھا ہوا اور مصنوئی مسکراہٹ چہرے پر سجائی۔

"جی جی صاحب لیکن شرط یہ ہے انگوٹھی خراب نہ ہو"

"لو ہو گیا مسئلہ حل۔ ویسے مجھے یقین ہے تبدیل کبھی نہیں ہو گی لیکن پھر۔۔۔ اب پسند کر لو اپنے خان بابا کے لیے انگوٹھی"زُہرہ نے پہلے اُس کی طرف دیکھا، پھر انگوٹھیوں کی قطار پر نظر دوڑائی۔ آگے بڑھتے ایک ایک کو اٹھا کر انگلیوں سے پرکھنے لگی۔ آہستہ آہستہ دل گرفتگی مدھم پڑتی گئی، اور آخرکار اُس کی نگاہ ٹھہر گئی۔ خالص سونے کی موٹی انگوٹھی، کناروں پر باریک نقش و نگار ۔۔۔وقار، پہچان اور خاندانی شان کی خاموش علامت۔

"یہ دیکھو اچھی ہے ناں"اُس کی آنکھیں چمکیں۔۔۔ عالیار نے پہلے اُسے، پھر انگوٹھی کو دیکھا۔۔"پہن کر دیکھو"زُہرہ نے نکال کر عالیار کی جانب بڑھائی اُس نے مسکراہٹ چھپاتے ہاتھ آگے کیا کچھ اِس طرح سے کہ وہ خود ہی پہنا دے لیکن زُہرہ نے بجائے پہنانے کے ہاتھ پر رکھ دی جس پر وہ اچھا خاصا بدمزا ہوا تھا۔ پھر بنے منہ سے اُس نے انگوٹھی پہنی "مجھے بہت پیاری لگی ہے اور مجھے یقین ہے خان بابا پر مزید اچھی لگے گی وہ بڑے چیٹے گورے ہیں اُن کے ہاتھوں پر تو جچے گی" اور عالیار کا تو مانو سارے موڈ کا بیڑا غرق ہوا تھا۔ اُس نے چڑ کر ہاتھ سے انگوٹھی اُتاری اُور بڑے ہی برے طریقہ سے سنار کو دی۔۔۔ سنار اور زُہرہ اُسے دیکھ کر رہ گئے۔۔

"تمہیں رنگ کیوں اتنا متاثر کرتا ہے؟ ہر دن تم رنگ پر بات ضرور کرتی ہو۔ جب کہ رنگ اتنا بھی اہم نہیں ہوتا"سنار نے اُسے گھورتے انگوٹھی کو سرخ ڈبیا میں رکھنے لگا۔

"ہوتا ہے اہم۔" وہ پوٹلی سے سنار کی لیے رقم نکال رہے تھے۔

"تمہیں کس نے کہہ دیا"اُس کے ہاتھ کو دیکھتے پوچھا گیا۔

"جس نے بھی کہا ہو۔۔ خان بابا کو اگر میں پسند نہ آئی تو۔۔۔ وہ باہر کے پڑھے لکھے چِٹے گورے مرد اور میں گاؤں کی۔۔۔ تمہیں کیا علم یہ جوڑی کیسی ہے" اُس نے ڈبیا کو بھری احتیاط سے پوٹلی میں رکھا۔

"جوڑی حیسن ہے سب کے دیکھنے والی۔۔۔ تمہیں نہیں لگتا تمہیں اپنی قسمت پر رشک کرنا چاہیئے۔"

"مجھے ہے لیکن میں چاہتی تھی میرا مرد بھی اپنی قسمت پر رشک کرے"وہ اب باہر نکل آئے تھے۔ آستین پھر سے عالیار کے ہاتھ میں تھی۔

"مرد کو باکردار عورت چاہیے اور تم باکردار ہو مجھے یقین ہے اُنہیں تم پر رشک ہے"اُسے واقعی رشک تھا باقی خوبصورتی گئی تیل لینے اُسے تو بس زُہرہ میں خوبصورتی نظر آتی تھی۔ جبکہ پہلی ملاقات اِس کے برعکس تھی لیکن وہی یہاں تک خان بابا عرف عالیار کو لائی تھی۔

"تمہاری عورت کیسی ہے عالیار؟"وہ ایک لمحے رکا وہ جو ادھر اُدھر دیکھ رہی تھی مجبوراً اُسے بھی رکنا پڑا۔

"میری عورت۔۔"گویا دوہرایا ہو پھر زُہرہ کی آنکھوں میں جھانکا۔۔ جڑے بھنویں لیے وہ بہت سنجیدہ تھی۔

"میری عورت کو مرد کی ضرورت نہیں"

"مطلب۔۔۔"

"مطلب۔۔۔۔۔یہ کہ وہ بہادر ہے"کندھے اُچکائے گئے۔

ہا۔۔۔" اُس نے ہاتھ جھلایا" یقین کرو وہ جتنی بھی بہادر ہو مرد کے بنا کمر ٹوٹ جاتی ہے" وہ کہتے اِس سے چند قدم آگے چلنے لگی۔ آستین عالیار سے چھوٹ چکی تھی۔ جبکہ عالیار اُس کی پشت دیکھے گیا۔ یہ لڑکی کیا تھی؟ بہادر تھی؟ ایک لڑکی ۔۔۔۔ ایک کھیت کاٹ ڈالے۔۔۔ فصل بوئے۔۔۔ اُسے کاٹے۔۔ فروخت کرے۔۔۔ کوئی قریب آنے لگے اُسے دھمکا ڈالے۔۔۔ کیا وہ بہادر نہیں؟

جب وہ قدرے دور ہو چکی تو وہ ہڑبڑا کر آگے بڑھا۔۔ قدم ہم قدم کیے۔۔۔ ساتھ دائیں ہاتھ سے زُہرہ کی بائیں آستین پھر سے تھامی۔

"اِسے چھوڑ دو کیا بار بار پکڑے جا رہے ہو مجھے الجھن ہونے لگی ہے اب" اُس نے چڑ کر کہتے اپنی آستین عالیار سے چھڑوائی ۔

"تم گم نہ ہو جاؤ زُہرہ" آواز میں فکر مندی تھی۔

"میں بچی نہیں ہو" اُس نے آنکھیں گھمائیں۔

"اچھا میرے پیچھے ہی رہو یا ایسا کرو تم میری آستین پکڑ لو" اُس نے کرتا کی آستین آگے کو کیں وہ اُسے گھور کر رہ گئی۔

"پکڑ لو زُہرہ تم گم نہ ہو جاؤ" وہ سنجیدہ ہوا تھا۔

" میرے پاس چاقو ہے" بس سننا تھا کہ عالیار نے آنکھیں پھاڑے اُسے دیکھا۔

"دیکھاؤں؟" بھنویں اُٹھاتے پوچھا۔ عالیار نے گلا کھنگارتے اپنا ہاتھ پیچھے کیا۔ اِس سے کوئی بعید نہ تھا اُس کا ہی ہاتھ کاٹ ڈالتی۔۔۔

اور پھر وہ چل دیے اگلا مرحلہ کپڑوں کا تھا۔ وہ اُس جگہ تھی۔ جہاں ہر طرح کے سوٹ تھے۔

دھوتی قیمض۔۔ کرتا شلوار اور قمیض شلوار۔۔

وہ وہاں موجود لکڑی کے پھٹے پر بیٹھے اور دکان دار کو دیکھنے لگے۔

"پکا تمہارا ماپ اُنہیں آجائے گا نہ؟" ایک آخری بار پوچھا گیا۔

"میرے خیال سے آجائے گا" اُس نے سامنے پڑے کپڑوں کو دیکھتے کہا۔۔ آخر خود کے لیے پسند بھی تو کرنا تھا۔ دولہا وہ ہی تو تھا۔

"یا اللہ تیرے حوالے" زُہر کا بس یہ کہنا تھا کہ دکان میں سوٹ بکھر چکے تھے۔ لیکن زُہرہ کو کچھ بھی پسند نہیں آرہا تھا۔۔ ہر سوٹ پر وہ منہ بنا رہی تھی اور عالیار بس دیکھ کر رہ جاتا۔۔ اتنا اتنا مہنگا سوٹ دکان دار دکھا چکا تھا لیکن یہ تھی کہ ہاں ہی نہیں کر رہی تھی۔

"اب بس کردو دکان دار بھی تھک گیا ہو گا" وہ اُس کی طرف جھکتے کان میں بولا تھا۔

"میں نے پیسے دینے ہیں مفت میں نہیں لے رہی اور تم نے ہی کہا تھا وہ کچھ عام نہیں پہنتے۔۔۔یہاں سب عام ہے مجھے کچھ بھی خاص نہیں لگا" اُس کی آواز اتنی تو تھی کہ دکان دار تک جا سکتی۔

"جی باجی میں آپ کو خاص کپڑا دیکھاتا ہوں وہ یہاں نہیں بنتا وہ باہر کے ملکوں سے آتا ہے" اور اگلے لمحے اُن کے سامنے تھری پیس سوٹ تھا۔۔ جو اِس زمانے کے لحاظ سے کافی مہنگا تھا۔۔

"یہ مہنگا ہے زُہرہ" اُس نے کپڑے کو ہاتھ لگایا۔۔

"میرے پاس پیسے ہیں"

"بات پیسوں کی نہیں ہے یہ بہت مہنگا ہے" وہ اب کی بار جھنجھلایا۔

"تم تو ایسے کہہ رہے ہو جیسے تمہارے پیسے ہیں"

"لیکن پہننا تو میں نے ہے ناں"روانی میں بولا۔۔ پھر مڑکر اُسے دیکھا" میرا مطلب ہے کہ ابھی تو پہن کر دیکھنا ہے ناں کہ پورا ہے کہ نہیں"چھوٹی آنکھوں سے اُسے دیکھتی زُہرہ نے طنزیہ مسکراہٹ چہرے پر سجائی۔

"زیادہ خوش فہم نہ بنو تم۔۔ بس ساتھ لگا کر دیکھو تمہیں پورا ہے یا نہیں۔۔۔۔انگوٹھی پہن کر دیکھ لی۔۔۔ اِس کا مطلب یہ تو نہیں تمہاری اترن میں خان بابا کو پہناؤں گی۔۔۔اُنہہ بڑا آیا" وہ واپس سے کپڑے کی جانب متوجہ ہو چکی تھی۔

"یہ خان بابا عرش سے نہیں اترا"زُہرہ نے مڑکر اُسے گھوری دی تھی۔ جس پر وہ بے نیاز بنا اب کپڑے اپنے ساتھ لگا کر دیکھ رہا تھا۔۔

"یہ دوسرا کیوں "جب زُہرہ نے ایک سفید رنگ کا شلوار سوٹ بھی دکان دار کو تھیلے میں ڈالنے کو کہا تو عالیار نے الجھن سے پوچھا۔۔ لیکن وہ کچھ نہ بولی۔۔ بلکہ ان سنا کرتی باہر نکل گئ۔

****

سب خریدنے کے بعد۔ اب وہ ٹانگے والے کو دیکھ رہے تھے۔ جس نے سواری اتارے ان کو کچھ وقت انتظار کرنے کو کہہ تھا۔

"می امور عالیار(اے **میری محبت** عالیار)" عالیار جو گردوپیش میں دیکھ رہا تھا۔۔یکدم اِس کی جانب متوجہ ہوا۔ جو سنجیدہ سی ٹانگے والے کو دیکھ رہی تھی۔ جب کہ اِس اظہار پر دل میں گد گدی سی ہوئ تھی۔

"ان ایتیرنم زُہرہ(**ہمیشہ تمہارا زُہرہ**)" خالی ہاتھ کو سینے پر رکھتے جھک کر گویا عاجزی سے اپنا آپ اُس کا غلام کیا ہو۔ دونوں نے سب کہہ بھی دیا لیکن پھر بھی ایک انجان رہا۔۔۔۔

"اب زیادہ پھولنا نہ تم شکریہ کے حق دار تھے اِس لیے کہا بس" وہ سامنے دیکھتے ہی بولی۔ جبکہ عالیار نے آنکھیں گھمائیں تھیں۔ اِس کا کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ کچھ دیر ایسی ہی گزری۔۔ جب

"میں نے سنا ہے وہ اپاہج ہے کیا یہ سچ ہے" کچھ لمحے بعد کسی خیال کے تحت عالیار نے سوال کیا تھا۔ زُہرہ نے ایک گہرا تھکا سانس خارج کیا اور آدمیوں کو اِس طرف آتا دیکھ، پلو کو اپنے چہرے پر کیا۔

"ہمم۔۔"

"پھر بھی تم راضی ہو گئی "اُس نے اچھنبے سے سر ترچھا کیے زُہرہ کو دیکھا۔

"ہمم۔۔"

"تم خوش ہو زُہرہ؟" دل کو دھکا سے لگا تھا۔ سب جان کر۔ اب گھبراہٹ نے یکدم اُسے آگھیرا تھا۔ وہ راضی نہیں تھی بس نام جڑنے والا تھا اِس لیے سب کر رہی تھی۔ خدشہ دل کو لگا تھا۔

"مجھے بس عزت و محبت چاہیے اُن سے۔۔ اور یہ سب تب ہو سکتا ہے جب اُنہیں میں اچھی لگوں گی بس یہ بات میری ناخوشی کی وجہ بن رہی ہے"

"تم محبت وعزت کے ساتھ وفاداری کے بھی قابل ہو زُہرہ"اِس کے جملے پر زُہرہ نے جڑے بھنویں سے اُسے دیکھا" اور اگر خان بابا نے کبھی کوئی کوتاہی کی، تم عالیار کو یاد کر لینا میں اِسی وقت حاضر ہو جاؤں گا"زہرہ بے ساختہ ہنس پڑی۔۔۔

"کیوں عالیار جن ہے؟"اب کی بار وہ ہنس پڑا۔۔ اب وہ اُسے کیا بتاتا اِس لیے خاموشی بہتر جانی۔۔۔ عالیار اور خان بابا کو تو وہ بھی ایک ساتھ دیکھنا چاھتا تھا۔یہاں یہ عالیار کو آواز پڑی وہاں خان بابا کا کردار عالیار میں ڈھلا۔۔

"ویسے تم نے کبھی اپنے گھر والوں کے بارے میں نہیں بتایا ہمیشہ خان بابا کی بات چھیڑ دیتے ہو" بانت بانت کی بولیوں میں اُس کی دھیمی آواز صاف سنائی دی تھی۔

"میرے گھر میں۔۔۔"

"ہاں تمہارے گھر میں۔۔۔۔"

"دادی، امی اور چار بہنیں تین بھائی ہیں میں سب سے چھوٹا ہوں۔۔ سب شادی شدہ ہیں" آخر پہلا پہلا سچ منہ سے نکال ہی دیا۔۔وہ بھی اپنے بارے میں۔۔۔زُہرہ نے سر ہلایا۔۔۔

"تمہاری شادی کا کیا بنا پھر؟۔۔۔کب ہے؟"

"میرئے خیال سے اب ہو جانی چاہیے" اُس نے گہرا سانس لیا۔ اب تو سب کچھ ہو چکا تھا۔ اب واقعی ہو جانی چاہے تھی۔

"ہمم اچھی بات ہے۔۔۔۔۔۔۔یہ ٹانگا کیوں نہیں آرہا" وہ کھڑے کھڑے اکتا چکی تھی۔۔ جبکہ ٹانگے والا دو سواریاں ابھی بھی ڈھونڈ رہا تھا۔۔

"آجاتا ہے اب خالی دو سواریاں تو گاؤں لے کر نہیں نہ جائے گا"اُس نے سمجھانے والے انداز میں کہا زُہرہ نے اکتاہٹ بھرے انداز میں سر جھٹکا۔

سامنے سے گزرتے پھیری والے سے عالیار نے چنے لیتے زُہرہ کو دیے تھے۔۔ بوریت کا حل چنے تھا۔ اِس لیے وقت گزاری کے لیے دونوں چبانے لگے۔۔

"تم خان حویلی واقعی کبھی نہیں گئی؟" زُہرہ نے بے زار نظر اُس پر ڈالی ساتھ منہ میں چنا بھی۔۔۔

"تمہیں نہیں لگتا تم کچھ زیادہ ہی دل چسپی رکھتے ہوں خانوں میں ہر دو منٹ بعد۔۔۔"

"نہیں میں تو بس"اُسے جزبز ہوتے دیکھ زُہرہ نے بولنا شروع کیا۔

"میرے ابا اور بڑے خان بہت پرانے دوست تھے، خط بھیجا کرتے تھے ایک دوسرے کو، لیکن پھر بڑے خان باہر چلے گے اُنہوں نے خان بابا کو بھی بلا لیا اُس کے بعد کبھی رابطہ نہیں ہوا، بڑے خان کے انتقال پر ابا اور اماں گئے تھے۔۔ میں تب بھی نہیں گئی تھی، نہ ہی خان بابا تھے یہاں"

"ہاں وہ باہر تھا اُس کے پیپرز تھے" وہ سنجیدہ ہوا لیکن زُہرہ کی نگاہیں الجھی۔

"کیا تھے"

"پرچے۔۔ امتحان"

"او۔۔۔ لیکن تمہیں کیسے پتہ"اور وہ اِس سوال پر گڑبڑایا۔

"بس مجھے لگا"

"کیسے لگا تمہیں؟"اُس نے آنکھیں چھوٹی کیں۔

"کیا ہو گیا ہے زُہرہ میں بس ایک ملازم سے ملا تھا اُس نے بتایا مجھے"وہ جھنجھلایا۔۔۔ دفعتاً اِن کے سامنے ٹانگا آرکا۔ زُہرہ بیٹھی سامان رکھا گیا۔۔ لیکن عالیار بیٹھتے بیٹھتے رکا۔۔۔

"میں نے اتنی مدد کی تمہاری۔۔۔ اپنے خان بابا کے لیے تم نے اتنا کچھ لے لیا لیکن عالیار کے لیے کچھ نہیں" وہ خفگی سے کہہ رہا تھا۔ زُہرہ نے اُسے مصنوعی گھوری سے نوازا۔۔

"بھائی جی بیٹھ جائیں"ٹانگے والا لگام پکڑے ہانکا جس باعث چارو نچار اُسے بیٹھنا ہی پڑا۔۔۔

"واقعی مجھے کچھ نہیں دو گی؟" وہ خفا ہی تو ہوا تھا۔ خان بابا کو اتنا کچھ لیکن عالیار کو کچھ نہیں۔ زُہرہ نے سر ترچھا کیے اُسے دیکھا۔

"تم میرے کیا لگتے ہو جو تمہیں کچھ دوں" اُس نے منہ بسورے سامنے دیکھا۔ ٹانگا چل رہا تھا دونوں ہچکولے کھاتے باتیں کر رہے تھے جبکہ اگلے نشتوں پر بھی ایک جوڑا براجمان تھا۔

"ہاں یہ بھی سچ ہے اب تو ہم ویسے بھی نہیں ملیں گے "اُس کا انداز عام تھا لیکن زُہرہ نے فوراً سر ترچھا کیے اُسے دیکھا۔

"کیوں؟۔۔"

"کیونکہ تمہاری بھی شادی ہو جائے گی اور میری بھی پھر ظاہر ہے کہاں عالیار زُہرہ سے ملے گا "کچھ وقت پہلے کہی بات کو پرے کیے اب نئی بات کا آغاز تھا۔

"عالیار زُہرہ۔۔۔" وہ کہتے کہتے چپ ہوئی۔۔۔

"عالیار زُہرہ؟۔۔۔۔"

"دوست ہیں، اور دوست تو ملتے ہیں"

"تم تو مالک تھی"

"میں مزاق کرتی تھی۔ اتنے بڑے مرد کی مالک میں کیسے ہو سکتی ہوں"

"تم ہو"

"اب تم مزاق بنا رہے ہو"

"نہیں سچ کہہ رہا ہوں" وہ اُس کے کہنے پر بے ساختہ مسکرا دی۔ کچھ اور باتیں ہوئی کہ زُہرہ یکدم سنجیدہ ہوئی۔

"کیا ہوا؟"

"لے تو لیا سب کچھ لیکن وہاں پہنچائے گا کون ؟۔۔۔ میں جا نہیں سکتی اور اماں ٹھیک نہیں راستہ لمبا ہے ڈاکیہ نے بھی مہینہ کے آخر پر آنا ہے" وہ بہت سنجیدہ تھی، بہت زیادہ جبکہ عالیار بلکل نارمل۔۔۔ ٹھنڈا۔۔۔

"یہ تو بہت گھمبیر مسئلہ ہے لیکن تم کیوں نہیں جا سکتی؟" بھولے پن سے پوچھا گیا۔

"واہ عالیار بابا آپ تو بڑے پڑھے لکھے انگوٹھا چھاپ نکلے" اُس نے دانت کچ کچا کر کہا۔۔ کہہ کہہ کر تھک چکی تھی لیکن نہیں پڑھے لکھے انگوٹھا چھاپ کو سمجھ ہی کہاں آتی تھی۔

"اِس میں پڑھائی کا کیا ذکر۔۔ اور تم خان بابا ہی کہا کرو" عالیار بابا زُہرہ کے منہ سے سننا اتنا عجیب لگا تھا کہ وہ بے اختیار کہہ اُٹھا۔۔ زُہرہ نے ہاتھ جھلایا۔

"میں وہاں کی ہونے والی بہو ہوں اور بہویں اپنے سسرال منہ اُٹھا کر نہیں جاتیں۔۔۔ یہ وہ زمانہ ہے جہاں شادی کے مہینوں بعد دولہا اپنی دلہن کا چہرہ دیکھتا ہے بلکہ عورتوں کے علاوہ اور کسی کو خبر نہیں ہوتی کہ لڑکی کیسی ہے اور تم کہہ رہے ہو میں کیوں نہیں جا سکتی" وہ راستہ کو دیکھتے کہہ رہی تھی۔۔ اتنی باتیں یقیناً اُس کے بارے میں کوئی نہیں جانتا ہو گا جتنی اُس نے عالیار کو بتا دی تھیں۔ ابھی اِس لمحے اُسے بھی اِس بات کا احساس ہوا تھا۔

"میرے خیال سے زمانہ بدل گیا ہے تمہارا معاملہ اُلٹ ہو گا" وہ زُہرہ کو گہری نظروں سے دیکھتے مسکرایا۔

"کیا مطلب۔۔۔"

"مطلب یہ کہ ہو سکتا ہے خان بابا نے تمہیں دیکھ رکھا ہو۔۔ ہو سکتا ہے گاؤں میں آتے ہی پہلے تم ملو۔۔۔۔۔"

"ایسی باتیں نہ کیا کرو میرا دل بند ہو جاتا ہے"وہ بیٹھے دل کے ساتھ بولی۔۔

"میں مثال دے رہا ہوں بس۔۔۔۔ فرض کرو اور جواب دو"اُس نے اپنے مکمل رخ اُس کی جانب موڑا۔۔ ٹانگ تک اوپر کو چڑھا لی۔۔

"پھر میرا سوال یہ ہو گا۔۔ کیا میں اُنہیں واقعی پسند نہیں آئی جیسے گاؤں والے کہتے ہیں کہ خان بابا کے ساتھ میں نہیں جچوں گی"وہ ٹانگے کو پکڑے ہاتھ کو دیکھتی بولی کی یکدم اُسے کچھ یاد آیا۔

"تمہارے علاوہ اور کوئی۔۔۔"عالیار کچھ کہتا کہ

"یہ تم لے لو"اُس نے تھیلا سے شلوار سوٹ نکال کر عالیار کی جانب بڑھایا۔۔۔ عالیار نے الجھی نظروں سے اُسے دیکھا۔

"یہ تو تم نے۔۔۔

"شہر میں سب نے کوٹ پہن رکھا۔۔۔ وہ بھی کوٹ پہنتے ہوں گے اُنہیں یہ نہ پسند آیا تو مجھے اچھا نہیں لگے گا۔۔ اِس سے پہلے میرا دل اِس بلاوجہ کی بات پر دکھی ہو۔۔۔مجھے لگا تمہیں یہ سوٹ دے دینا چاہیے، چاول کی دو بوریاں بھی موجود ہیں گھر میں۔۔ اتنی بے مروت نہیں اب کے تمہیں کچھ نہ دیتی "عالیار نے نہ تھاما اور نہ ہی چہرے پر خوشی جھلکی۔

"تم خوش نہیں ہوئے؟ جبکہ ابھی کچھ دیر پہلے مجھے یہی کہہ رہے تھے کہ میں نے کچھ دیا نہیں تمہیں"وہ چہرے پر مسکراہٹ سجائے اُسے دیکھ کر بولی۔ وہ پھر بھی کچھ نہ بولا"اچھے موقع پر

پہننا یا ایسا کرو اپنی شادی پر پہن لینا دولہا سفید شلوار سوٹ میں بہت اچھا لگتا ہے" عالیار نے اُس کے ہاتھ میں موجود سفید سوٹ پر ہاتھ پھیرا لیکن تھاما نہیں۔۔۔

"ڈونم قبول کریے عالیار بابا زُہرہ رحیم آپ کو دے رہی ہے۔" بے نیاز دکھائی گئی تھی۔

"خان بابا زُہرہ" وہ چڑا تھا۔۔ جبکہ اب وہ بار بار عالیار بابا کہے جا رہی تھی، جس پر اُسے مزید چڑچڑاہٹ ہو رہی تھی۔۔۔ سب کا خان بابا کہنا ایک طرف اور زُہرہ کا کہنا ایک طرف۔۔۔۔ وہ اور بھی باتیں کر رہے تھے۔ راستہ کٹ رہا تھا یا وہ راستہ کو کاٹ رہے تھے۔ جو بھی تھا یہ دن دونوں کو اچھے لگے تھے بہت اچھے۔۔۔ زُہرہ اور عالیار کے دن۔

* * * * * * * * * * * * * *

"اے زُہرہ ہ ہ۔۔۔ خان حویلی سے کوئی آیا ہے" ایک لڑکی بھاگ کر اندر آئی تھی۔۔۔۔ جبکہ اماں اور زُہرہ نے چونک کر اُسے دیکھا۔۔۔ زہرہ جو بالوں پر تیل لگا رہی تھی فوراً ڈوبٹہ کی تلاش میں اِدھر اُدھر نگاہ دوڑائی۔۔۔ پھر کھلے بالوں پر ہی چادر لے کر پلو اپنے چہرے کے آگے کر لیے جبکہ اماں کراہتے ہوئے اُٹھی۔۔

"کہاں ہے؟" زُہرہ نے آنکھیں بڑی کیے پوچھ رہی تھی۔

"چوک میں پہنچے ہیں ابھی۔۔۔ لیکن ہیں گاڑی میں" وہ پھولے سانس سمیت بولی۔

" یہ کھٹیا ٹھیک کر دے۔۔۔ برتن سہی سے کر کے رکھ۔۔۔ جلدی کر زُہرہ" ابھی اماں بول ہی رہی تھی کہ باہر سے ٹائروں کی آواز صاف سنائی دی۔ دونوں نے اُڑھے رنگوں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔۔ پھر لڑکی کو جو دانت نکال رہی تھی۔

"اماں ۔۔۔" زُہرہ ہونق بنی بولی۔۔۔

"جا دوسرے کمرے میں چلی جا" بس کہنا تھا کہ وہ پلو پکڑے بھاگی تھی تبھی باہر کا دروازہ کھٹکھٹایا گیا۔۔

"اللہ خیر" اماں نے چادر درست کرتے باہر کی جانب قدم بڑھائے۔۔۔ لڑکی بھی ساتھ ساتھ تھی۔

دروازہ کھلا اور روشن مسکراتا چہرا اندر داخل ہوا۔۔ چہرے پر بشاشت تھی۔۔۔۔ زُہرہ نے کچے کمرے کی دیوار میں بنے سوراخ سے دونوں عورتوں کو دیکھا تھا۔ ایک تو خالہ بی تھی اور ایک صغراں جو پہلے بھی آچکی تھیں۔۔ اُس کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ دوسرے کمرے میں جا چکیں تھیں مگر اتنی دیر میں زُہرہ کا دل بے قابو دھڑکنے لگا۔

(اگلی بار ہم تب آئیں گے جب خان بابا آچکے ہوں گے)

"کیا خان بابا آگئے؟" وہ خود سے سوالیہ تھی پھر وہی زمین بیٹھ گئی کیونکہ یہاں بیٹھے دوسرے کمرے میں ہونے والی گفتگو وہ صاف سن سکتی تھی۔

"رسولاں بی بی میں نے تو بہت دفعہ بول دیا تمہیں کے آجاؤ ہماری طرف لیکن تم ہو کہ نام ہی نہیں لیتی۔۔۔ چلو خیر ۔۔۔ اب سے یہ معاملہ تمہارا اور خان بابا کا ہوا وہ جو چاہے کرے کیونکہ تم میری نہیں اُس کی تو ضرور مانو گی۔" خالہ بھی کھٹیا پر بنا منہ بنائے بیٹھی تھیں۔ بلکل ایسے جیسے وہ اپنی منجی پر بیٹھی ہوں۔۔ اماں نے بس مسکرانے پر اکتفا کیا۔

"جا صغراں ڈرائیور کو کہہ سامان اندر لے آئے"صغراں سر کو خم دیتے باہر نکلی۔ جب کہ ادھر ہی کھڑی لڑکی کی آنکھیں چمکیں۔۔۔

"خاں حویلی کی ہونے والی بہو کہاں ہے؟"لڑکی کا منہ کھلتا کہ اماں فوراً بولی۔

" شام کے لیے پانی ختم ہو گیا تھا تو سب لڑکیاں مل کر گئی ہیں کنویں پر"اُنہوں نے عام انداز سے کہا خالہ بی نے سرہلایا۔ اندر بیٹھی زُہرہ نے گہرا سانس لیا۔۔ وہ نہیں جانا چاہتی تھی سامنے۔۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ ابھی خالہ بھی اُسے دیکھیں۔

"مطلب ہم مل نہیں سکیں گے " وہ افسردہ ہوئیں۔"چلو کوئی بات نہیں ویسے بھی ایک ہفتہ بعد ہماری بہو ہمارے ہی پاس آنے والی ہے۔۔ ہم تو اُسے اپنے بیٹے کے ساتھ ہی کھڑا دیکھیں گے"وہ یکلخت مسکرا کر بولی۔۔۔ جبکہ زُہرہ کا دل زور سے دھڑکا تھا۔ ابھی چند دن پہلے ہی تو سامان بھیجا تھا اتنی جلدی شادی۔۔۔

"ایک ہفتہ؟ یہ جلدی نہیں" اماں کچھ پریشان ہوئی۔ خالہ بی نے ہاتھ جھلایا۔

"ہم تو رکے تھے بس رسم کے لیے تمہاری طرف سے سامان آگیا تھا۔ اب ہماری باری تھی آج وہ دینے آگئے۔۔ ویسے بھی خان بابا کو آئے کافی دن ہو چکے ہیں"

"لیکن ۔۔۔"

"کوئی لیکن ویکن نہیں۔۔۔بارات آج سے سات دن بعد آئے گی تم ہماری بہو کو تیار کر دینا بھلا میں اب کیوں انتظار کروں۔۔۔"ملازم سارا سامان رکھ کر جا چکا تھا۔ جس کو اب صغراں ترتیب دے رہی تھی وہاں موجود لڑکی کی تو آنکھیں باہر آنے کو تھیں۔۔۔ وہ تو زمین اور کھٹیا پر

رکھے سامان کو چھو چھو کر دیکھ رہی تھی۔ جو صغراں اُسے ایک گھوری دیتے واپس رکھ رہی تھی۔۔۔ آخر خان بابا کے تحفہ کو کچھ ہو جاتا تو وہ کیا جواب دیتی۔۔

"ہم لڑکی والے ہیں عافیہ۔۔۔ تم خود سوچو ہم نے ابھی بھی بہت تیاری کرنی ہے گندم کی فصل کا اگر انتظار کرلیتے تو۔۔" وہ تھوڑا ہچکچا کر بولی تھی۔ اندر بیٹھی زُہرہ کی آنکھیں بے اختیار نم ہونے لگیں تھیں۔۔ وہ مزید فصل نہیں کاٹنا چاہتی تھی۔ وہ مزید مرد بن کر نہیں رہنا چاہتی تھی۔ اُس کے جوڑ درد کرنے لگے تھے مرد بن بن کر۔۔ فصل بونا کاٹنا کیا مزید اکیلے وہ کر سکتی تھی؟ اب تو عالیار بھی نہیں تھا۔

"دیکھ رسولاں تجھے لگتا ہے ہم تم لوگوں پر اتنا بھار ڈالیں گے؟ تم نے رسم کا کہا ہم چپ رہے۔۔ تم نے وقت مانگا ہم نے دیا کیونکہ خان بابا بھی یہاں نہیں تھے۔ اب اگر لڑکی والے ہونے کی بات ہے تو جو دیا بہت ہے جہیز کی ضرورت نہیں ہے حویلی میں سب ہے اور رہی بات بارات کی تو جس کی بارات ہے وہ جانے اور اُس کا کام ۔۔ مجھے یہی کہہ کر بھیجا گیا ہے بھئی میں نے پیغام پہنچا دیا۔" اُنھوں نے گویا ہاتھ کھڑے کرتے خود کو ہلکا کیا تھا۔

"یہی تو میں کہہ رہی ہوں ہمارا کام ہے عافیہ ہم ۔۔۔۔"

"دولہا کا پیغام یہ ہے کہ بارات میں لانے والا ہوں تو بارات کی زمہ داری بھی مجھ پر ہے" خالہ بی نے اُن کی بات کاٹی۔۔ اندر بیٹھی زُہرہ نے دیوار کو ایسے دیکھا جیسے کچھ بہت تعجب خیز بات سن لی ہو۔۔ جبکہ کمرے میں موجود لڑکی تو غش کھا کر مرنے والی تھی، اُس نے بے اختیار بھنویں اُٹھائے تھے جبکہ صغراں بس چھپ دھیمی مسکراہٹ لیے اُس کے ساتھ ہی کھڑی تھی۔

اِن میں مزید باتیں ہوئیں کچھ گھنٹے ساتھ گزرے پھر حویلی والوں کی گاڑی اپنی راہ پر واپس گامزاں ہوئی۔۔۔۔

* * * * * * * * * * *

"یہ خالہ بی نے دیا تھا کہہ رہی تھی کہ تم روز لگانا" اماں نے ایک پیلے رنگ کی ڈبیا اُس کی جانب بڑھائی جو ہق دق سی کھڑی ہر شے کو دیکھ رہی۔۔۔گویا اِس شش وپنج میں ہو کہ کیا پہلے دیکھوں۔ لیکن اماں کے کہنے پر اُس نے پہلے اُس ڈبیا کو ہاتھ میں لیا جیسے کھولتے ہی ایک مہک نے اُس کے نتھنوں سے ٹکرائی تھی۔

"اِس سے کیا ہو گا" وہ انگلی کی مدد سے تھوڑی نکال کر اب اپنے ہاتھ پر لگا رہی تھی۔

"نکھار آئے گا۔" اُنھوں نے تھکے تھکے انداز میں کہتے چادر سے خود کو ڈھانپا۔۔ زُہرہ نے سرہلایا اور اب سب کچھ دیکھنا شروع کیا۔

"جو جو عافیہ کہہ رہی تھی سنا تم نے"

"سن لیا اماں اچھا ہے خود بارات کی زمہ دادی اُٹھائیں۔۔ اُنہیں لڑکی مل رہی ہے اتنا تو وہ کر ہی سکتے ہیں نہ" وہ بہت سنجیدہ تھی۔ سب پراندے وہ دیکھ چکی تھی۔ اب جوتوں کی طرف آئی تھی۔ اماں نے سرہلایا اور آنکھیں موند لیں۔

لیکن دوسری جانب زُہرہ کی آنکھیں پھٹنے کو تھیں۔ ایسی جیسے کچھ ایسا دیکھ لیا ہو جس کی اُسے امید نہ تھی۔۔ وہ تو گویا سانس روکے سب دیکھ رہی تھی۔

اُس کے ہاتھ میں ہیلز تھیں۔

(خان بابا کے لیے جوتا لیتے اُس کی نظر زنانہ جوتے پر پڑی تھی۔ وہ بڑے تجسس لیکن اشتیاق سے اُسے دیکھ رہی تھی۔ اُس نے باقاعدہ قیمت بھی پوچھی تھی لیکن مہنگی ہونے کے سبب اُس نے منہ بسورا تھا)

اب اُس نے گوٹا لگے لہنگے کو ہاتھ لگایا۔۔۔گاؤں میں سب لڑکیاں اپنی شادی پر شلوار سوٹ پہنتی تھیں لیکن اُس کا لہنگا آیا تھا۔ وہی لہنگا جو اُس کے دل کو بھایا تھا۔

(وہ لہنگے کو ہاتھ لگا رہی تھی۔ لہنگا اُسے بہت خوبصورت لگا تھا۔۔ سرخ رنگ پر گوٹا لگا ہوا تھا۔۔ چنری کی چوارائی پر بہت خوبصورت کام ہوا تھا۔۔ وہ کتنی ستائشی نگاہوں سے اُسے دیکھ رہی تھی۔۔۔

"آجاؤ زُہرہ" عالیار کی آواز پر گہرا سانس لیتے وہ اُس کے پیچھے ہوئی تھی)

سرخ ڈبیا کھولنے پر اُس کی آنکھوں سے آنسو گرے تھے۔ اُس نے انگوٹھی نکال کر ہاتھ میں لی تھی۔

(عالیار سنار سے مخاطب تھا جب وہ زنانہ انگوٹھیوں میں سے ایک پر مسلسل دائرہ بنا رہی تھی۔ انگوٹھی پر نقش ونگار کی بجائے نقطے نما ڈیزائن بنا تھا یہ سب سے مختلف انگوٹھی تھی۔ نظر میں کیوں نہ آتی دل کو کیوں نہ بھاتی۔۔ وہ اُسے چھو نہیں سکتی تھی کیونکہ یہاں وہ خان بابا کے لیے آئی تھی ا پنے لیے نہیں)

"میرے دل کی بات آپ تک کیسے پہنچی خان بابا ہم تو کبھی ملے بھی نہیں" آنکھوں میں نمی لیے وہ خان بابا سے مخاطب تھی۔ اگر یہاں خود عالیار عرف خان بابا ہوتا تو یقیناً اُس کی عقل پر ماتم کرتا۔۔ باقاعدہ اُس کے خان بابا کو سو صلواتیں سناتے۔۔ ایک فیصد بھی عقل استعمال کر

کے اگر غور سے ہر شے کو دیکھتی تو اُسے نظر آتا کہ۔۔۔ سب چیزیں وہی تھیں جس جس کو اُس نے ستائشی نگاہوں سے دیکھا تھا۔ ممکن تھا کہ اُسے عالیار میں خان بابا نظر آہی جاتے۔ لیکن یہی تو تھا وہ عقل استعمال کرنے کی بجائے درانتی یا چاقو استعمال کرتی تھی۔

وہ پوری رات چراغ جلائے سامان کو چھو چھو کر محسوس کر رہی تھی کبھی دکھی ہوتی تو کبھی خوش۔۔ کبھی باپ یاد آتا تو کبھی خان بابا۔۔ کبھی کبھار عالیار کو یاد کر کے ہنس دیتی یقیناً اگر وہ اب آتا ہوتا تو وہ گردن اکڑا کر اُسے سب دیکھاتی۔۔۔۔

****

کچھ دن بعد۔۔۔۔۔

آج مہندی کا دن تھا۔

مٹی کے گھر میں غیر معمولی رونق تھی۔ ڈھولک کی تھاپ، تالیاں، قہقہے، سب مل کر اس خاموش آنگن کو جشن میں بدل رہے تھے۔ ویسے تو زندگی نے کبھی ان کے لیے آسانیاں نہیں برتیں، کوئی ان کے کام نہ آیا تھا۔ مگر صد شکر کہ شادی کے دن سر پر تھے اور ہاتھ پاؤں چلانے والے بھی میسر آگئے تھے۔ اِن دو عورتوں کو کیا خبر تھی کہ سامنے اگرچہ کوئی مرد دکھائی نہیں دے رہا، مگر پیچھے عالیار خان موجود تھا۔۔۔ حکم حویلی سے آیا تھا، مگر عمل مٹی کے گھر میں ہو رہا تھا۔ بات بارات کی ہوئی تھی لیکن انتظام ہر دن کا وہی کر رہا تھا۔

سب کے درمیان زُہرہ بیٹھی تھی۔

پیلے رنگ کے شلوار سوٹ میں ملبوس، سر پر دبیز دوپٹہ، بال آگے کو ڈھلے ہوئے، زمین پر، مگر لڑکیوں سے ذرا بلند جگہ پر تھی۔ اردگرد لڑکیاں لڈیاں ڈال رہی تھیں۔۔ کبھی ایک آگے آتی،

کبھی دوسری۔ اماں ایک طرف بیٹھی آنکھوں میں نمی لیے یہ سب دیکھ رہی تھیں۔۔بیٹی کی خوشی اور جدائی دونوں ایک ساتھ دل پر اتر رہی تھیں۔

"جو وی کہہ، تیری دھی نے بڑی قسمت پائی اے رسولاں۔" ایک عورت نے تالی بجاتے اماں کے کان میں جھک کر کہا۔ اماں نے خاموشی سے آنسو پونچھے اور سر اثبات میں ہلا دیا۔

"سنا ہے کل زُہرہ کو تیار کرنے لڑکیاں آئیں گی؟" لڑکی نے رازدارانہ انداز میں پوچھا۔ دوسری نے زور سے سرہلایا۔ پوچھنے والی کی بھنویں ستائشی انداز میں اٹھ گئیں۔

اسی لمحے لڈی شروع ہوئی۔ ایک ایک کر کے آوازیں بلند ہونے لگیں۔

"بھاری برسی کھٹن گیا سی، کھٹ کے لیادی کوٹی"

"او مہندی تاں سج دی۔۔۔

"او مہندی تاں سج دی۔۔۔

"جے نچے خان بابا دی ووٹی"

بولی پڑتے ہی زُہرہ کا رنگ اور نکھر آیا۔ جو پہلے ہی صاف ہو چکا تھا، اب ایسا دمک رہا تھا کہ گالوں کی سرخی نمایاں ہونے لگی تھی۔ وہ شرمائی شرمائی سب کو دیکھنے لگی، حتیٰ کہ لڑکیوں نے ہنستے ہوئے اس کا ہاتھ تھاما اور اسے بیچ میدان لے آئیں۔

یوں ہی ہنسی، چھیڑ چھاڑ اور موج مستی میں رات ڈھلتی چلی گئی۔ وہ لڑکیاں ۔۔۔ جو رشک کے نام پر حسد کی چادر اوڑھے تھیں۔۔ آج بھرپور جوش سے شریک تھیں، ظاہر تھا گاؤں کی سب سے بڑی شادی تھی۔

اگر ایک طرف ایسا شوروغل تھا تو دوسری جانب خان حویلی میں باقاعدہ جشن برپا تھا۔ عالیار کے پورے خاندان نے شرکت کی تھی۔ بہنیں، بھائی، قریبی رشتے دار حتیٰ کہ شہر کے چند معزز لوگ بھی موجود تھے۔

اُدھر لڈی کی تانیں بلند تھیں تو اِدھر دولہا میاں پیلے رنگ کے کرتے پہنے بھانگڑے ڈال رہے تھے۔ اگر ایک جانب لڑکی کو چھیڑا جا رہا تھا تو دوسری طرف لڑکے کو بھی ہاتھوں ہاتھ لیا جا رہا تھا۔۔ ہنسی، قہقہوں اور شوخیوں کے درمیان۔

قدرے ایک طرف ہو کر پھولے سانس کو بحال کرتے عالیار نے بے اختیار نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی۔ چاند آج پورا تھا۔ مکمل، روشن، بے داغ۔ کسی بادل کی اوٹ کے بغیر، جیسے سب کچھ کھل کر دیکھ رہا ہو۔ اسی لمحے اس کے کندھے پر کسی نے ہاتھ رکھا۔

"چاندنی رات بڑی دیر کے بعد آئی ہے
لب پہ اک بات بڑی دیر کے بعد آئی ہے"

عالیار نے چونک کر اپنی دائیں جانب دیکھا۔ غزل کا پہلا مصرعہ کانوں میں پڑا ہی تھا کہ دوسرا ہاتھ بھی اس کے کندھے پر آن ٹکا۔

"جھوم کر آج یہ شب رنگ لٹیں بکھرا دے
دیکھ برسات بڑی دیر کے بعد آئی ہے"

ستائشی انداز میں اس کی بھنویں بلند ہوئیں، اور لبوں پر ایک مدھم سی مسکراہٹ اتر آئی۔ سامنے ڈھول کی تھاپ ابھی بھی فضا میں گونج رہی تھی کہ تیسری آواز ابھری۔ تیسرا مصرعہ۔۔۔

"دلِ مجروح کی اُجڑی ہوئی خاموشی سے
بوئے نغمات بڑی دیر کے بعد آئی ہے"

اب وہ بے ساختہ ہنس دیا۔ شاید یہ مصرعوں کا اثر تھا، یا کسی یاد کی دستک۔۔ کچھ تو تھا جس نے اس کے لب مسکراہٹ سے ہنسی میں بدلے تھے۔ دوست اب اس کے گرد جمع ہو چکے تھے غزل مکمل کرنے پر اصرار کر رہے تھے۔۔، لیکن وہ۔۔۔ وہ بس نفی میں سر ہلاتا رہا، اور مسکراتا رہا۔

تھوڑی ہی دیر میں سب دوست دوبارہ ڈھول کی آواز میں گم ہو گئے، قہقہوں اور تال پر تال کے شور میں۔

مگر عالیار کے اندر۔۔ ایک مصرعہ ابھی باقی تھا۔ جو زبان پر آنے سے پہلے ہی دل میں ٹھہر گیا تھا اور دل۔۔۔وہ کسی اور کے سامنے کھلنا تھا۔۔

* * * * * * * * * * *

زُہرہ کمرے میں بیٹھی تھی۔ ہاتھوں پر لگی مہندی کا رنگ خاصا گہرا ہو چکا تھا۔ وہ مکمل طور پر تیار تھی۔ عروسی جوڑا، جھومر، مانگ ٹیکا، لہنگا، چوڑیاں۔۔۔ کسی شے کی کوئی کمی نہ تھی۔ وہ دلہن بنی تھی، گاؤں کی خوبصورت دلہن۔ کئی لڑکیاں تو دس دس بار آکر بھی اسے دیکھ چکی تھیں، مگر دل کسی کا بھرنے میں نہ آرہا تھا۔ اگر کہا جائے کہ وہ خوبصورت لگ رہی تھی، تو یہ مبالغہ نہ ہوگا۔ وہ بار بار تیار کرنے والی لڑکی کے ہاتھ میں موجود آئینہ میں خود کو دیکھتی رہی۔۔ ایک بار نہیں، دو بار نہیں، بارہا۔

"اچھی لگ رہی ہیں آپ۔" تیار کرنے والی لڑکی نے کہا، تو وہ جھینپ گئی۔ اسی لمحے باہر شور اٹھا۔ بارات آنے کا شور، ڈھول کی تھاپ۔

جو وہ آئینہ ہاتھ میں تھامے بیٹھی تھی، اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر گر پڑا۔ زُہرہ نے شرمندگی سے سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھا، جو مسکرا دی۔

"کوئی بات نہیں۔" لڑکی اپنا سامان سمیٹ کر باہر نکل گئی۔ اب کمرے میں بس زُہرہ تھی۔ بمشکل جھکتے ہوئے اس نے ٹوٹا ہوا آئینہ اٹھایا، ایک آخری بار خود کو دیکھا، اور پھر اسے چپکے سے ایک برتن کے نیچے چھپا دیا۔یہ گھر اُن کا نہیں تھا یقیناً کسی ہمسائے کے ہاں وہ موجود تھی۔

"زُہرہ، دولہا میاں کو دیکھو آجاؤ"بنی سنوری لڑکی باہر سے بھاگی بھاگی آئی تو زُہرہ نے نا سمجھی سے اُسے دیکھا۔

"میں کیسے دیکھوں "

"وہ گھوڑے پر آئیں ہیں چھت پر جا کر دیکھ وہاں سے صاف نظر آئے گے سب لڑکیاں ادھر ہی ہیں"اس نے زُہرہ کا ہاتھ مضبوطی سے تھاما۔ زُہرہ لڑکھڑا گئی۔ وہ ہیل پہننے کی عادی نہ تھی۔ خراماں خراماں چلتی ہوئی وہ چھت پر جا پہنچی، جہاں اور بھی لڑکیاں موجود تھیں۔

اس نے خود پر موجود جالی دار ڈوبٹہ کا گھونگھٹ ڈال لیا اور لڑکیوں کے پیچھے چھپ کر سامنے دیکھنے لگی۔ سامنے گھوڑے پر موجود دولہے کو دیکھنے لگی۔۔۔۔ گھونگھٹ کے پیچھے زُہرہ کے چہرے پر حیرت کے ساتھ دکھ ابھر آیا۔۔۔۔۔ خان بابا نے کوٹ نہیں پہنا تھا بلکہ وہ سفید شلوار سوٹ میں ملبوس تھے۔ سر پر سہرا۔۔۔۔ اگر اُسے معلوم ہوتا تو وہ کبھی بھی عالیار کو شلوار سوٹ نہ دیتی۔۔ خان بابا نے تو رسم کا بھی پاس نہ رکھا۔۔۔ اُس کے دل میں ٹھیس سے اُٹھی۔۔۔ اس

نے باراتیوں میں عالیار کو ڈھونڈنا چاہا مگر وہ نظر نہ آیا۔ پھر اس کی نگاہ دوبارہ گھوڑے پر بیٹھے چوڑے بدن والے مرد پر جا ٹھہری۔ کئی لمحے وہ اُسے دیکھتی رہی سرخ رنگ کے گھونگھٹ میں سفید سوٹ بھی سرخ ہی معلوم ہو رہا تھا۔ اُس کی آنکھیں نم ہونے لگی تھی۔۔۔۔ اُس کی محنت اُس لباس کے لیے تھی جو دولہا بارات میں پہن کر آئے گا لیکن خان بابا تو آئے ہی نہ تھے۔

اُس نے پلکیں جھپکیں اور قدم واپس موڑے ہی تھے کہ لڑکیوں میں سے کسی کی آواز سماعت میں پڑی تھی۔

"اپاہج جو ہیں بھلا گھوڑی نا چھڑتے ایویں گر وھر گئے تو سارے گاؤں والوں کے سامنے بے عزتی ہو جانی ہے" جو دل دکھی ہوا تھا وہ مزید بیٹھا۔۔۔ اُس کے گلے کی گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔۔۔ آنسو کا پھندا گلے میں دھنس رہا تھا۔۔۔

دوسری طرف، گھوڑے پر بیٹھے عالیار کے لب سہرے کے پیچھے بھی مسکرا اٹھے تھے۔ اسے گھونگھٹ میں چھپا زُہرہ کا سر دکھائی دے گیا تھا لیکن وہ نہیں۔ خان بابا ٹھنڈی آہ بھر کر رہ گئے تھے۔۔۔

بارات تمبوؤں سے سجے احاطے میں بیٹھی۔۔۔۔ دولہے کو بھی بیٹھایا گیا سب دوست بھائی رنگ منچ پر بیٹھے تھے۔

"دلہن گھونگھٹ نہیں اُٹھاتی سب کے سامنے کیونکہ وہ دلہن ہوتی ہے۔۔۔ توں دولہا ہے اُٹھا لے سہرا، ہٹا دے پردہ" اب وہ کیا کہتا سب کا شاکی انداز ایک طرف اور زُہرہ کا ایک طرف۔۔۔۔ اُسے زُہرہ کا دیکھنا تھا۔۔۔۔ سب کی خیر تھی۔

****

زُہرہ پر بڑی سی چادر ڈال دی گئی تھی جب نکاح خواں کمرے میں داخل ہوئے۔ اس کے ہاتھ بے اختیار کانپنے لگے تھے۔ دل جیسے سو کی رفتار سے دوڑنے لگا ہو۔ کمر پر پسینے کی بوندیں صاف محسوس ہو رہی تھیں۔۔ دل بیٹھ سا رہا تھا۔۔۔ اور پھر نکاح خواں کے الفاظ سماعت سے دھماکا بن کر ٹکرائے۔۔۔۔

"زہرہ رحیم ۔۔ولد رحیم خان۔۔۔آپ کا نکاح ۔۔عالیار خان۔۔ ولد شبیر خان سے سکۂِ رائج الوقت آٹھ تولہ سونا کے عوض طے پایا جاتا ہے کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے"

وہ جو کانپ رہی تھی تھمی۔ دل کی دھڑکن عام ہوئی۔۔ کمر پر موجود پسینے کی بوندیں ٹھنڈیں پڑیں۔۔ چادر کے پیچھے موجود چہرہ ناسمجھی میں بدلا۔۔یہاں تک کہ مولوی پھر بولا۔۔۔

"زہرہ رحیم ۔۔ولد رحیم خان۔۔۔آپ کا نکاح ۔۔عالیار خان ولد شبیر خان سے سکۂِ رائج الوقت آٹھ تولہ سونے کے عوض طے پایا جاتا ہے کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے"

"عالیار خان "اس کے لب ہلے۔ وہ سن سی ہو کر بیٹھ گئی۔یہاں تک کہ پھر سے مولوی کی آواز ابھری۔ اماں جو ساتھ ہی کھڑی تھیں۔۔ گھبراہٹ میں اس کے کندھے کے گرد بازو حمائل کیا اور دھیرے سے بولنے کا اشارہ کیا۔ تب کہیں جا کر، بے دھیانی میں، اس کے منہ سے نکلا۔

"قبول ہے"نکاح مکمل ہوا۔

مولوی باہر جا چکا۔۔ جب لڑکیاں پھر سے کمرے میں جمع ہونے لگیں تھیں۔

"خان بابا کی تو ٹانگ بلکل ٹھیک ہے وہ کب لنگڑا رہے تھے بلکہ اُن کے تو قدم ہی بہت بڑے تھے " ایک لڑکی دوسری کو کہہ رہی تھی۔

"میں نے تو خالہ بی کو کہتے سنا ہے کہ وہ علاج کروا کے آئے ہیں۔۔ ظاہر ہے اب ایک ٹانگ پر تو گھوڑی چڑنے سے رہے ناں" بات کرتے تالی بجائی گئی۔

"مجھے پتہ نہیں کیوں لگ رہا ہے کہیں تو اُن کی آواز سنی سنی ہے "زُہرہ کا دل اب ڈوبنے لگا تھا۔ اُس نے بے اختیار سینا مسلہ۔۔۔۔جب کہ آنکھیں وہ پھیلنے لگی تھیں۔

"دیکھا تو نہیں ہے لیکن رنگ سانولہ لگا ہے اور گاؤں میں شوریہ تھا کہ زُہرہ کا مرد گورا ہے مجھے تو نہیں لگا" زُہرہ کا ذہن جانے کیوں بھٹکنے لگا۔ خیالات بے ترتیب گردش کرنے لگے۔ وہ خود بھی نہیں جانتی تھی کہ کیوں۔ شاید اس لیے کہ اس نے مولوی کے منہ سے نام سنا تھا، یا شاید اس لیے کہ دل کسی انجانی پہچان پر ٹھٹک گیا تھا۔ جو بھی تھا، ایک انجانا سا اضطراب اندر ہی اندر پھیلنے لگا۔ دل کچھ کہنے لگا تھا مگر دماغ آڑے آنے لگا تھا۔ آوازیں گونجنے لگیں تھیں۔

(مجھے تو نام کا بھی نہیں علم بس اماں کہتی ہے وہاں حویلی میں سب خان بابا بلاتے ہیں اب تو مجھے یقین ہے میری ماں کو بھی نام کا نہیں علم)

(میرا نام عالیار ہے)

("تم کس کی بیوی بننے والی ہو خان حویلی میں)

(کتنے بے مروت ہو تم)

(میں وہاں کا ملازم نہیں ہوں)

(تم نے خان بابا کو دیکھا ہے؟)

(خان بابا گورے چیٹے ہیں)گاڑی میں بیٹھے عالیار کا رنگ خاصا صاف تھا۔

(نہ میرا کھیت ہے نہ میری فصل ہے اور نہ میری درانتی ہے لیکن پھر بھی میں نہیں چھوڑ رہا)

(نرم ہاتھ ہیں تمہارے پتہ چلتا ہے کبھی کام نہیں کیا اور فصل تو کبھی نہیں کاٹی)

(تم نے کیا کرنا ہے جان کر تمہاری شادی تو خان بابا سے ہونے والی ہے نا)

(میرا نہیں خیال اُنہیں ضرورت ہو گی۔۔میں نے سنا ہے وہ خوشبو پسند نہیں کرتے، کپڑے وہ عام پہنتے نہیں سونا مرد پر ویسے ہی حرام ہے اور جوتا وہ خود بھی پہنتے ہی ہوں گے)

(تمہارا دیا سب کچھ خاص ہی ہو گا)

(تم نے دیکھا ہے اُسے)

(دیکھا تو ہے)

(تم مالک ہو میری)

(شادی ہو جائے گی تمہاری زیادہ پریشان نہ ہو اتنی فصل تو ہے ہی کہ سب لے سکو)

(یہ تو پھر تم اپنے خان بابا پر ظلم کرو گی)

(تم خان بابا کی عزت ہو")

(میں پڑھا لکھا ہوں لیکن میرے پاس کام نہیں ہے)

(وہ اُن کا مسئلہ ہے تم فکر نہ کرو اُنہیں معلوم ہو گا وہ کیا کرنا چاہتے ہیں اور کیا کرے گے)

("ڈونم مطلب تحفہ۔۔۔حدیہ۔۔۔نذرانہ۔۔یاں یوں کہہ لو سوغاتِ محبت جو تم خان بابا کو دینے والی ہو)

(دولہے کو بیوی سے غرض ہوتا ہے اُس کے رنگ سے نہیں)

(ہو سکتا ہے وہ بھی اِسی رنگ میں رنگ چکے ہوں۔۔۔یعنی تمہارے رنگ میں)

(کندھے تک تو تم میرے بھی آتی ہو)

(جوڑی حیسن ہے سب کے دیکھنے والی۔۔۔۔ تمہیں نہیں لگتا تمہیں اپنی قسمت پر رشک کرنا چاہیئے۔)

(مرد کو با کردار عورت چاہے اور تم با کردار ہو مجھے یقین ہے اُنہیں تم پر رشک ہے)

(میری عورت کو مرد کی ضرورت نہیں)

(تم تو ایسے کہہ رہے ہو جیسے تمہارے پیسے ہیں)

"لیکن پہننا تو میں ہے نہ)

(تم خوش ہو زُہرہ؟)

(تم محبت و عزت کے ساتھ وفاداری کے بھی قابل ہو زُہرہ)

(ہاں وہ باہر تھا اُس کے پیپرز تھے)

("میں مزاق کرتی تھی میں اتنے بڑے مرد کی مالک کیسے ہو سکتی ہوں"

"تم ہو")

(میرے خیال سے زمانہ بدل گیا ہے تمہارا معاملہ اُلٹا ہو گا)

(مطلب یہ کہ ہو سکتا ہے خان بابا نے تمہیں دیکھ رکھا ہو۔۔۔ہو سکتا ہے گاؤں میں آتے ہی پہلے تم ملو)

("خان بابا زُہرہ")

"عالیار خان"وہ بڑبڑاہٹ کے سے انداز میں بولی تھی۔ لڑکیاں ابھی بھی باتوں میں مشغول تھیں۔ جن میں زیادہ باتیں خان بابا کے بارے میں تھیں۔ اچانک شور بلند ہوا، مبارک باد کا شور۔ باہر سے مبارک باد کی صدائیں آنے، ڈھول کے زور سے بجنے پر گھوڑے بھی اچھلنے لگے تھے۔ لڑکیاں اب اُسے اکیلے چھوڑے باہر کو بھاگی تھیں۔ کمرہ خالی دیکھ کر اس نے اپنے سر سے چادر کا گھونگھٹ اٹھایا، چاروں طرف نگاہ دوڑائی، اور پھر سینے پر ہاتھ رکھ کر ایک گہرا سانس لیا جیسے دل میں اٹھی ہلچل کو ذرا سا سنبھال لینا چاہتی ہو۔ خاموش کمرے میں، اب بس اس کی سانسوں کی آواز تھی۔ اور ایک نام، خان بابا کا نام۔۔ عالیار کا نام۔۔ جو دل کی دیواروں سے ٹکرا کر لوٹ رہا تھا۔

"نہیں زُہرہ تم غلط سوچ رہی ہو۔۔ ہو سکتا ہے نام بس اتفاق ہو ،بھلا یہ کیسے ممکن ہے؟ غلط ہے زُہرہ تم نے کبھی عالیار کے بارے میں ایسا نہیں سوچا۔۔ اور خان بابا اگر وہ عالیار ہوتے تو وہ کیوں کر میرے ہاں کام کرتے۔۔۔ نہیں زُہرہ یہ غلط ہے تم غلط سوچ رہی ہوں ایسا کچھ نہیں ہے خان بابا خان بابا ہیں اور عالیار عالیار ہے دونوں میں فرق واضح ہے ایک آسمان اور دوسرا زمین۔ " اُس نے گہرے گہرے سانس بھرتے خود سے الفاظ کہے۔ لیکن دل کچھ اور کہنے لگا تھا۔ اور دماغ میں بے ساختہ عالیار کے جملے بجنے لگے تھے۔

(بھلا عالیار کے بغیر زُہرہ رحیم کی بارات آئے گی)

"چلو چلو دلہن کو بلا رہے ہیں جلدی کرو" لڑکیوں نے کمرے میں آتے ہی گھونگھٹ اس کے چہرے پر خوب پھیلا دیا گیا۔ پھر اسے آہستہ سے کھڑا کیا گیا۔ وہ جس نے ہیل شوق میں پہن تو لی تھی، مگر اب دل کی کیفیت پر ان میں چلنا اور بھی محال ہو چکا تھا۔ لڑکیوں کے سہارے، بمشکل قدم اٹھاتی ہوئی وہ باہر نکلی۔

ہر قدم کے ساتھ بدن کی کپکپاہٹ بڑھتی جا رہی تھی اور سانسیں جیسے ترتیب بھولتی جا رہی ہوں۔

قدم جتنے آگے بڑھتے، دل اتنا ہی پیچھے رہ جاتا۔ خوف، الجھن اور انجانے خدشوں کے بوجھ تلے۔ یہ صرف راستہ نہیں تھا جو وہ طے کر رہی تھی، یہ اس کی زندگی کا وہ موڑ تھا جہاں ایک ایک قدم پورے وجود سے مانگا جا رہا تھا۔

"یہاں معاملہ الٹ ہے دلہن سے زیادہ دولہے کو دیکھنے کا اشتیاق ہے سب کو" کسی لڑکی کے بولنے پر سب کی سب کھلکھلا اُٹھی۔ تبھی اُسے محسوس ہوا وہ تمبوؤں سے سجے احاطے میں داخل ہو چکے ہیں۔

"میں تو کہتی ہوں زُہرہ شیشہ میں نہ دیکھ بلکہ سیدھے سیدھے اُن کا سہرا اُٹھا تاکہ ہم سب بھی دیکھ سکے۔۔۔پتہ نہیں اب سہرا رسم کے بعد اُٹھاتے ہیں یا پہلے اُف۔۔ابھی اور انتظار کرنا ہے"

اُس کا دل کی دھڑکن مزید غیر ہوئی۔ کیا یہ سب اپنی زبان بند نہیں کر سکتی تھیں۔۔ اُس کی ٹانگوں سے جان نکل رہی تھی۔ یقیناً زُہرہ کا ہاتھ اگر لڑکی کے ہاتھ میں نہ ہوتا وہ سب کے سامنے زمین بوس ہو چکی ہوتی۔ تبھی اماں اور خالہ بی اُس کے پاس آئیں جن کے قدم وہ صاف دیکھ سکتی تھی۔

"میری دھی ۔۔" اماں نے سسکی لیتیے اُس کو چادر سمیت پیار کیا۔ زُہرہ کی آنکھیں بے اختیار نم ہوئی اُس نے کانپتے ہاتھ سے اپنے نیچے گرتے آنسو صاف کیے۔۔

"بس کر دو رسولاں میری بہو کا میک اپ خراب نہ کر دینا۔۔ ابھی تو خان بابا نے دیکھا تک نہیں زُہرہ کو "عافیہ نے اماں کو نرمی سے پیچھے کرتے زُہرہ کی چادر درست کی۔

"آرسی مصحف کرنا ہے زُہرہ۔۔۔ خان بابا تمہیں آئینہ میں دیکھیں گے اپنا چہرے نہ بگاڑ لینا رو رو کر"خالہ بی سنجیدگی سے لیکن نہایت محبت سے بولی تھیں۔۔ زُہرہ نے بے اختیار اُن کا چادر ٹھیک کرتا ہاتھ تھاما۔۔ دل اب پھٹنے کو تھا۔ سب آوازیں بند ہو چکیں تھیں وہ بس اب گرنے کو تھی۔ آج وہ خان بابا کو دیکھنے والی تھی ملنے والی تھی۔ دل کا حال بے حال ہونا بنتا تھا۔

دوسری جانب، دولہا کب سے کھڑا ہو چکا تھا۔ سامنے عروسی جوڑے مگر سرخ چادر کا گھونگھٹ لیے ہوئی اُس کی دلہن خراماں خراماں چلتی، آہستہ آہستہ سے اس کے قریب آرہی تھی۔اس کے ہونٹ بے اختیار مسکراہٹ امڈ آنے کو روکنے میں ناکام ہو رہے تھے۔آنکھوں میں ایک خاموش خوشی اور دل کی بے قراری تھی، جو الفاظ سے کہیں زیادہ بلند تھی۔

یہ لمحہ، جہاں دونوں کی دنیا بس ایک دوسرے کی طرف جھک رہی تھی، وقت تھم سا گیا تھا۔

"پیچھے کر دو سہرا اب تو مجھے کوفت ہونے لگی ہے" بڑے بھائی نے آکر اُس کے کان میں کہا۔۔۔ اُس نے ایک گہرا سانس لیا۔۔۔ اور چہرے پر سے سہرا اُٹھا دیا۔۔۔ رنگت میں وہ عالیار ہی تھا۔ زُہرہ نے خان بابا چھوڑا ہی نہ تھا۔ لیکن مونچھوں کو تراشہ گیا تھا۔ وہ وجیہہ دکھ رہا تھا۔۔ اوپر سے اُس کی مسکراہٹ۔۔۔ وہ بھی تجسس کو ظاہر کرنے کے لیے کافی تھی۔

جب کہ احاطہ میں شور برپا ہوا تھا۔ چہمگویاں بہت مدھم تھیں۔ لڑکی، لڑکے، آدمی، کون عالیار سے واقف نہیں ہو چکا تھا۔ اب اُسے خان بابا کے روپ میں دیکھتے سب دھک تھے۔ گویا زبان سل گئی ہو۔ اور اماں۔۔ وہ خود زُہرہ کا لہنگا پکڑے آنکھیں پھاڑے اُسے دیکھ رہی تھیں۔ وہ جس سے دور رہنے کو کہتی تھی۔ جس کی عزت کی خاطر کہتی تھی وہ شخص وہی تھا جس کی وجہ سے سب کہتی تھی۔ کیا عجیب کھیل تھا۔

"یہ دیکھو زرا مجھے لگتا ہے سب سکتے میں چلے گے ہیں" کہنے والے کو مسکراہٹ سمیٹے گھوری دی تھی۔

دلہن اب بلکل قریب تھی۔۔ سب نے دیکھ لیا اگر کسی نے نہیں دیکھا تھا تو وہ زُہرہ تھی۔ لکڑی کے رنگ منج سے اب سب اتر چکے تھے اگر کوئی تھا تو وہ عالیار تھا۔

"ہاتھ آگے کرو۔۔۔ پکڑو بھی اب کیا یہی کھڑے رکھنے کا ارادہ ہے زُہرہ کو" خالہ بی نے اُسے آنکھیں دیکھائی تو اُس نے گلا کھنگارا۔ اور آگے کو ہوتے ایک ہاتھ پشت پر کیے دوسرے ہاتھ کو زُہرہ کی جانب بڑھایا۔

زُہرہ کو گھونگھٹ میں سے مرادنہ ہاتھ نظر آیا تو اُس کی اپنے ہاتھ کی مٹھی بنی۔ مردانہ ہاتھ پر چھالوں کے نشان تھی۔ وہی چھالوں کے نشان جو کبھی اُس کے ہاتھ میں ہوتے تھے۔ لیکن عالیار کے بعد اُس کے ہاتھ چھالوں والے نہیں رہے تھے۔

"ہاتھ دو زُہرہ" اماں نے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے کہا۔ زُہرہ کو اُن کی آواز میں مسکراہٹ محسوس ہوئی تھی۔ اُس نے اپنا کانپتا ہاتھ بمشکل خان بابا کے ہاتھ میں دیا۔۔ جسے اُس نے مضبوطی سے تھاما اور اگلے لمحے اُسے رنگ منج پر اپنے ساتھ پایا۔۔ زُہرہ تھوڑے فاصلے پر ہوئی

لیکن۔۔ وہ چونکی تھی۔۔۔ خان بابا نے آستین پکڑے اُس کو اپنے قریب کیا تھا۔۔ اب دل گواہی دینے لگا تھا۔۔۔ یا یوں کہہ لیں اعتراف کرنے لگا تھا۔۔۔ جھکنے لگا تھا۔

"چادر جو زُہرہ پر ہے کیا اِس سے ہی رسم کرلیں؟" اماں نے خالہ بی کی طرف جھکتے کہا تو اُنہوں نے سرہلا دیا۔ سرخ ڈوبٹہ دینا تھا سر پر جبکہ زُہرہ کی گھونگھٹ لیے چادر بھی سرخ ہی تھی۔

اگلے لمحے دولہا دلہن آمنے سامنے بیٹھے تھے۔۔ عالیار نے اب سنجیدگی سے اُس کے کانپتے ہاتھ دیکھے پھر گہرا سانس لیا۔

"یا تو یہ خوش ہونے والی ہے یا پھر مجھے درانتی سے مارنے والی ہے" اُس نے دل ہی دل میں سوچا۔ تب تک ایک صاف شفاف آئینہ۔۔۔اُن کے مابین رکھ دیا گیا تھا۔

"آج زُہرہ اور خان بابا کے آمنے سامنے آنے کی باری زُہرہ۔۔۔ اور مجھے یقین ہے تم سکتے میں جانے والی ہو"

دلہن پر موجود ڈوبٹہ کے علاوہ چادر کو خالہ بی نے اتارہ پھر ایک بار جھاڑتے دونوں پر دے دیا۔۔۔ زُہرہ کے ہاتھوں کے ساتھ پلکیں بھی لرزی، آنکھیں وہ بند کرچکی تھی۔ جبکہ سامنے موجود عالیار۔۔ آئینہ میں زُہرہ کو دیکھتے مبہوت ہوا تھا۔ زُہرہ کا ایسا رنگ و روپ اُس نے کب دیکھا تھا۔ خم دار پلکیں۔۔ چہرے پر گلال۔۔ کیا اُس کی زُہرہ حسن کو مات نہیں دے رہی تھی۔۔ پھر آئینہ سے نظریں اُٹھاتے زُہرہ کو براہ راست دیکھا۔۔۔ ایک لمحے دیکھا پھر گلا کھنگارا۔۔۔

"مجھے نہیں دیکھو گی؟" بس آواز کا پڑنا تھا کہ خم دار پلکیں آئینہ پر ہونے کی بجائے سیدھے خان بابا پر جا ٹکیں۔۔ حیرت، بے یقینی، احترام، محبت، عزت بس ایک نظر میں تھا۔ وہ پلکیں جھپکانا تک بھول چکی تھی گویا اُسے پلکیں جھپکنا آتیں ہی نہ ہو۔۔ وہ بس آنکھیں پھیلائیں دیکھے جا رہی

تھی۔۔۔ اب کی بار آنکھوں میں نمی در آئی تھی۔ نمی نے راستہ بنایا تو آنسو بے اختیار بہنے لگے۔ عالیار گہرا مسکرایا تھا۔ یہ صدمہ بہت خوبصورت تھا اتنا کہ اُس کا ہاتھ بلا جھجک زُہرہ کے گال تک گیا تھا۔ جسے آج اُس نے جھٹکا نہیں تھا۔ چھونے پر گال صاف نہیں کیا تھا۔

****

رخصتی، اور سب رسومات سکتے میں گزارنے کے بعد اب وہ خان بابا کے عالی شان کمرے میں تھی۔ پھولوں اور دِیوں سے سجے کمرے میں پلنگ کے بچوں بیچ وہ آنسو بہانے میں مصروف تھی اور آنسو تھے کہ تھمنے کا نام ہی نہیں رہے تھے۔ میکے سے سسرال آتے وہ خاموش رہی بس روبوٹک انداز میں لیکن جب سے اُسے کمرے میں بٹھایا گیا تھا تب سے وہ رونے میں مشغول ہو چکی تھی۔۔۔ آنسوں میں خوشی تھی یا غم وہ خود بھی سمجھنے سے قاصر تھی۔
اُس کا سر گھٹنوں پر موجود ہاتھ پر ٹکا تھا کہ یکدم دروازہ کھلنے اور بند ہونے کے آواز پر اُس نے آنکھیں صاف کیں لیکن کمر سیدھی نہ کی۔۔۔ ایک ہاتھ پلنگ پر دھرے دوسرے پر چہرہ ٹکائے اُس کے آنسو پھر نکل آئے تھے۔
جبکہ عالیار اُسے دیکھتے گہرا سانس بھر کے رہ گیا۔۔ پھر دھیرے دھیرے قدم لیتا اُس تک آیا۔ یہاں تک کے اُس کے ساتھ آبیٹھا۔۔۔ پہلے تو وہ اُس کی سُرک سُرک کچھ لمحے سنتا رہا پھر آہستہ سے زُہرہ کا پلنگ پر دھرا ہاتھ تھامنا چاہا کہ اُس نے جھٹک دیا۔۔ عالیار نے مسکراتے پھر تھامنا چاہا زُہرہ نے پھر سے جھٹک دیا۔۔۔ یہی عمل کئی بار ہوا۔ چوڑیوں کا شور کمرے میں گونجتا رہا لیکن ہاتھ عالیار کے ہاتھ میں نہ آیا۔۔۔ یہ رد عمل خان بابا کے عالیار ہونے پر ہی دیا جا سکتا تھا۔ عالیار اِس بات سے واقف تھا۔ خان بابا کے ہاتھ تھامنے پر تو وہ ہلتی بھی نہ۔۔۔

"مجھے لگا تھا میرا استقبال درانتی یا چاقو سے ہو گا لیکن یہاں تو میری بیوی رونے میں مشغول ہے ویسے رونے والی بات تو کوئی۔۔۔۔"

"آپ نے مجھے بتایا نہیں، آپ کو مجھے بتانا چاہیے تھا، آپ خان بابا تھے آپ عالیار بن کے میرے ساتھ رہے۔ "یکدم بھرائی آواز کمرے میں گونجی کہ عالیار نے چونک کر اُسے دیکھا۔ جس کی آنکھوں میں لگا کاجل پھیل چکا تھا۔۔ اور میک اپ اب بس نام کا رہا تھا۔ اُس نے بے اختیار اپنا ماتھ پیٹا۔ صدمہ خوبصورت ہو کر اب ڈراؤنہ لگنے والا تھا۔

"میں بس۔۔۔۔"اُس نے کچھ کہنا چاہے کہ۔۔

"میں نے عالیار کو دوست جانا تھا۔۔میں اُسے بہت کچھ کہہ دیتی تھی رعب جما دیتی تھی میں۔۔۔۔"

"اِس لیے تمہارا خان بابا یعنی میں۔۔۔ عالیار بن کر تمہارے پاس رہا" کہنی ٹکائے اُس کے پاس ہی نیم دراز ہوا"تم عالیار سے دوستی کر سکتی تھی خان بابا سے نہیں۔ بہت سی باتیں کسی سے بھی کر سکتی تھی لیکن خان بابا سے نہیں"زُہرہ نے غصے سے سر جھٹکا۔۔۔ عالیار نے اُس کا ترچھا رخ دیکھا۔۔ روٹھا روٹھا رخ۔۔۔

" ہماری شادی کی رات تم نے کیا سے کیا بنا دی زُہرہ۔۔۔ میں نے یہ رات ایسی تو نہیں سوچی تھی "زُہرہ نے الٹے ہاتھ سے اپنی آنکھیں رگڑیں"ایک ضروری بات سچ سچ بتانا۔۔۔ چاقو تو نہیں ناں لائی ساتھ"اُس کے رازدرانہ انداز میں تھوڑا قریب آکر پوچھنے پر آنسو بہاتی زُہرہ بے اختیار ہنس پڑی۔۔۔ جس پر وہ بھی اُسے دیکھتے ہنسنے لگا۔۔ ماحول قدرے بہتر ہوا تھا۔۔۔ صد شکر۔۔ ہوا تو صیح۔۔

"آپ نے غلط کیا"

"اُونہوں ۔۔۔۔ اگر ابھی تم مجھے جانتی نہ ہوتی تو یقیناً گردن گھٹنوں میں دیے بیٹھی ہوتی اور آنکھیں وہ تو ایک عرصہ تک اوپر ہی نہ اُٹھتی۔ مجھے ایسی دلہن نہیں چاہیے تھی۔۔ مجھے گاؤں کی کسی لڑکی میں کوئی دلچسپی نہیں تھی، جب مجھے خط ملا کہ گاؤں کی لڑکی سے شادی کرنی ہے کیونکہ ابو کا وعدہ تھا۔۔ مجھے بہت غصہ آیا۔۔ اتنا کہ میں اگلے دن ہی گاؤں کے لیے روانہ ہو گیا۔۔ لیکن راستہ میں مجھے تم ملی اور یقین جانو اگر نہ ملتی تو ابھی تم یہاں نہ ہوتی۔۔ میرے قریب میرے کمرے میں" زُہرہ نے اچھنبے سے سر ترچھا کیے اُسے دیکھا۔ کتنی آسانی سے اُس نے یہ بات کہہ دی تھی۔۔ وہ ہونق بنی اُسے دیکھنے لگی۔

"پھر حویلی آنے پر مجھے اس فضول سی رسم کا علم ہوا، تمہارا علم ہوا تو مجھے مزید دلچسپی جاگی سوچا کیوں کہ کچھ دن ساتھ رہا جائے۔" کہنی ٹکائے پھولوں کو چھیڑتے اُس نے لاپرواہی سے کندھے اچکائے۔۔

"آپ میرا جائزہ لے رہے تھے یا مجھے آزما رہے تھے" اُس کی آواز خاصی مدھم تھی۔۔ اِسے غم سا ہوا تھا عالیار کی بات جان کر۔۔

"نہیں بلکل نہیں نہ جائزہ لیا نہ آزمایا۔۔۔ میں بس دل لگا رہے تھا۔۔۔ اپنی ہونے والی بیوی کے بارے میں جاننا اُس کو چاہنا غلط تو نہیں زُہرہ" اُس نے پھر سے زُہرہ کا ہاتھ تھاما۔ اب کی بار زُہرہ نے ہاتھ نہ کھینچا۔۔ نہ جھٹکا۔

"تمہیں خوشی نہیں ہوئی۔۔ میں تمہارا دیا ہوا ہی سوٹ پہن کر آیا تھا تمہیں لینے " اُس نے اپنا دامن درست کیا۔۔۔ زُہرہ نے ایک نظر اُسے دیکھ کر نظریں جھکا لیں۔ عالیار مسکرایا۔۔۔

"تم نے بہت محنت کی زُہرہ۔۔ بہت زیادہ۔۔ میرے دل کو ٹھیس پہنچی تھی جب تمہیں اکیلے کھیت میں دیکھا۔۔۔۔ پھر میرے دل نے مجھے اجازت نہ دی وہاں سے لوٹنے کی ۔ اِس لیے بس یہ سب ہوا" وہ ایک لمحے رکا اور اُس کے ہتھیلی پر بنے نقش پر انگلی پھیرتے پھر بولا"۔مجھے اپنے آپ پر ناز سا ہوتا تھا جب جب میں تمہارے بارے میں سوچتا۔۔۔ میں نے کہا تھا میری عورت بہادر ہے کیونکہ میری عورت تم تھی۔ تم سے بہادر میں نے کسی کو نہیں دیکھا زُہرہ"زُہرہ کے آنسو پھر سے بہنے کو تیار تھے۔ جبکہ عالیار کی نظر ابھی بھی ہاتھ پر تھی۔

"اور ایک مزے کی بات جانتی ہو کیا تھی۔۔۔۔۔ میں بہت کوشش کرتا تھا کہ تم زیادہ سے زیادہ میری بات کرو۔۔۔۔ مجھے تمہارے منہ سے اپنے بار میں سننا اچھا لگتا تھا۔ خان بابا سننا اچھا لگتا تھا۔"وہ بس دھندلاتے منظر سے عالیار کا ہاتھ دیکھے گئی جو اب نرم نہیں رہا تھا کیونکہ اب نرم اُس کا ہاتھ تھا۔

"اب تم گوری چٹی ہو گئی ہو اور میں سانولا اب تو خوش ہو جاؤ زُہرہ" اُس نے اپنی اور زُہرہ کے ہاتھ کی پشت ساتھ ملائی۔۔۔زُہرہ نے اپنی آنکھیں پونچھیں لیکن نمی تھی کہ رک ہی رہی تھی۔۔ اُس نے خان بابا کو ہمیشہ بلند مقام پر رکھا تھا لیکن وہ تو خود کو برابری پر لے آئے تھے۔ اتنی کہ وہ خود کو بلند پانے لگی تھی۔ ایسا مقام تو اُس نے بھی نہ دیا ہو گا اُنہیں۔۔ جو خان بابا نے اُسے دے ڈالا تھا۔

"میں نے ایسا نہیں چاہا تھا خان بابا۔۔ میں بس ڈرتی تھی" پر نم آواز میں کہا گیا۔ عالیار نے زرا سا سر اُٹھاتے اُس کی جھکی پلکیں دیکھیں۔ شکر تھوڑا ہی سہی، شرمائی تو سہی۔

"مجھ سے؟"

"نہیں۔۔۔"

"پھر"

"لوگوں کی باتوں سے۔۔"

"تمہیں مجھ سے غرض ہونا چاہیے تھا زہرہ۔۔ تم نے خود کو میرے لیے مشکل میں ڈالا۔۔ جب مجھے سب باتوں کا علم ہوتا تمہیں لگتا تھا کہ مجھے لوگوں کی باتوں سے کوئی فرق پڑتا۔۔۔۔۔مجھے تم سانولی بھی اچھی لگی تھی اب تو۔۔۔" وہ جس انداز سے بولا تھا زُہرہ چہرہ مزید جھکا گئی۔ افسردگی کم نہیں ہوئی تھی۔۔۔۔ اوپر سے زُہرہ کا یہ روپ۔۔

"مجھے اپنی تیاری نہیں دیکھاؤ گی۔۔ لہنگا، جوتا، انگوٹھی، چوڑیاں سب تمہاری پسند کا لیا تھا میں نے" وہ اُس کی چوڑیوں کو چھوتے بولا لیکن زُہرہ کچھ نہ بولی۔۔

"پاؤں میں درد تو نہیں ہو رہا۔۔۔ ہیلز تمہیں پسند آئیں تھیں جبکہ میرا بلکل دل نہیں تھا لینے کا پھر سوچا خان بابا۔۔۔۔ زُہرہ نے تمہارے لیے اِتنا کچھ کیا تم بھی کچھ کر لو زُہرہ کے لیے" وہ پھر بولا البتہ اب زُہرہ کی یوں چپ برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ وہ بولے تو سہی۔ بولتی اچھی لگتی تھی۔ دھمکاتی اچھی لگتی تھی۔۔ ایسی شرماتی تو دل کو بھاتی تھی لیکن اگر شرمانے میں چپ رہنا شامل تھا تو زُہرہ کا دھمکانا ہی اچھا تھا۔

"تم کچھ نہیں بولو گی؟"

"میں کیا بولوں؟" وہ خود بھی الجھی تھی۔۔۔۔ جس کے ساتھ منہ پھاڑ کر باتیں کر لیتی تھی۔ دھمکا دیتی تھی۔ اب اچانک وہ خان بابا کے روپ میں اُس کے روبرو تھا۔ اُس کے ساتھ بیٹھا اُس

کے ہاتھ کو پکڑے ہوا تھا۔ بنا کیس ہچکچاہٹ کے اُس کی چوڑیاں چھو رہا تھا۔۔۔ اب وہ بول سکتی تھی بھلا۔۔۔۔

"چلو پھر آج تم اپنے خان بابا کو سن لو۔۔۔ اُن سے غزل سن لو"لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ لیے اس نے گلا کھنگارا اور پھر دھیمی مگر گہری آواز میں غزل کے مصرع کمرے میں بکھرنے لگے۔ زُہرہ کے لیے بہنے لگے۔

چاندنی رات بڑی دیر کے بعد آئی ہے۔
لب پہ اک بات بڑی دیر کے بعد آئی ہے
جھوم کر آج یہ شب رنگ لٹیں بکھرا دے۔
دیکھ برسات بڑی دیر کے بعد آئی ہے۔
دل مجروح کی اجڑی ہوئی خاموشی سے۔
بوئے نغمات بڑی دیر کے بعد آئی ہے۔

"میرے دوستوں نے یہ تین مصرع بولے تھے لیکن چوتھا مصرع مجھ پر تھا۔ جو تمہارے نام تھا۔ تمہارے لیے تھا"زُہرہ نے الجھی نظروں سے اُسے دیکھا۔۔۔جس کے لب پھر سے ہلے تھے۔ لبوں سے نکلتے لفظ اُس کے لیے تھے۔

آج کی رات وہ آئے ہیں بڑی دیر کے بعد
آج کی رات بڑی دیر کے بعد آئی ہے

زُہرہ کی نظریں بے اختیار نیچے ہوئیں۔ ہاتھ تک اُس کے ہاتھ سے کھینچ لیا جس پر وہ ٹھنڈی آہ بھر کے رہ گیا۔۔۔ زُہرہ کی یہ ادائیں اُس نے کب دیکھی تھی۔ یوں نظریں جھکانا۔۔ سر ہلانا۔۔ بنا کسی تیوری کے بات کو سننا۔۔

کچھ لمحے خاموشی میں گزرے۔۔

"می امور خان بابا"مدھم آواز میں کہا گیا جملہ۔۔۔ عالیار کی آنکھیں اُس کے ترچھے رخ کو دیکھتے بڑی ہوئیں۔۔ چند لمحے بس دیکھتا رہا پھر قہقہہ لگا اُٹھا۔۔۔ سیدھے ہوتے اپنا سر اُس کی گود میں رکھے وہ ہنستا چلا گیا۔۔۔ آج آخر کار۔۔۔ اُس کے منہ سے "می امور عالیار" کی جگہ "می امور خان بابا" سننے کو ملا تھا۔ الفاظ کا استعمال تو آج ہوا تھا۔ انجانے میں صحیح لیکن وقت کافی خوبصورت چنا گیا تھا۔

"ان ایتیرنم زُہرہ"۔۔۔ ہاتھ پر بوسا دیا گیا۔۔۔ وقت سنبھل گیا۔۔ رات گزر گئی۔۔۔ زمانہ آگے بڑھ گیا۔۔۔۔

مگر جو پیچھے رہ گیا تھا وہ اِن کا اظہار تھا۔۔۔ نہ کبھی عالیار نے می امور کا درست مطلب بتایا۔۔ نہ زُہرہ نے پھر کبھی پوچھا۔۔ لیکن جو بھی تھا عالیار کو یہ روز کسی نہ کسی بات پر سننے کو ملنے لگا تھا۔۔۔ وہ اُس کے کھیت جاتا تب بھی۔۔ وہ کچھ دیتا تب بھی۔۔ کبھی گجرے لاتا تب بھی۔۔ ہاتھ پر بوسا دیتا تب بھی۔۔۔۔ جبکہ خود کبھی می امور نہیں کہتا تھا بلکہ عاجزی سے اُس کے سامنے جھکتا بلکل پہلے دن جیسا۔۔ اِس سے بہتر اظہار اُس کے نزیک اور کوئی نہ تھا۔۔ وقت کے ساتھ ساتھ زُہرہ کا رنگ اپنے رنگ میں آچکا تھا۔۔ گلابی مائل۔۔ نکھرا ہوا۔۔۔ مگر اُس کے خان بابا نے کبھی برابری کا رنگ اختیار نہیں کیا تھا۔۔۔۔ وہ کمتر تھی لیکن اُس کی

کمتری خود پر طاری کی۔۔۔۔۔ زُہرہ نے اپنی جگہ اُس کے دل میں بنائی تھی اور دل میں بسنے والے کم تر لوگ بھی بادشاہوں کا سا مرتبہ رکھتے ہیں۔۔ اور زہرہ عالیار کے دل میں ملکہ بنی بیٹھی تھی۔۔۔۔

زُہرہ کی شادی ویسی نہیں تھی جیسی اُس نے سوچی تھی نہ ویسی جیسی گاؤں والوں نے تصور کی تھی۔۔۔۔۔ زُہرہ کی شادی ویسی تھی۔ جیسی خان بابا نے سوچی تھی۔۔۔عالیار بن کے سوچی تھی۔۔۔ پرسکون۔۔۔ مطمئین۔۔۔ ہنس مکھ۔۔۔

* * * * * * * * * *

وہ گاڑی میں تھے۔ ریڈیو چل رہا تھا، کوئی ہلکا سا گیت فضا میں گھلا ہوا تھا۔ زُہرہ کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔ بنی ٹھنی، سلیقے سے سنوری ہوئی، گول لُگا پہنے، ٹھوڑی پر موجود تین دل آج صاف واضح تھے، وہ واقعی خوبصورت لگ رہی تھی۔

اس کے برعکس عالیار گاڑی چلاتے ہوئے سورج کی تیز روشنی سے تیوری چڑھائے باہر کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"خالہ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو ڈاکٹر ہمارے ساتھ ہی آئے گا اور اگر انجیکشن لگاتے وقت تمہارے آنسو نکلے تو میں ڈاکٹر سے صاف صاف کہہ دوں گا کہ پہلے اسے لگاؤ۔" اس کی سنجیدہ آواز گاڑی میں گونجی۔ زُہرہ چونک کر اس کی طرف مڑی۔

"سیدھا سیدھا بولیں نا کہ آپ مجھ سے تنگ آ چکے ہیں۔" اس نے آنکھیں سکیڑ لیں۔ عالیار نے گہرا سانس لیا اور ایک نظر اس کی طرف دیکھا۔

"اب اس میں تنگ ہونے کی کیا بات ہے؟ دوائی انہیں لگ رہی ہوتی ہے، اور روتی تم ہو۔ جتنا میں تمہیں بہادر سمجھتا تھا، اتنی تم ہو نہیں ویسے۔۔"اس بار آواز میں سنجیدگی نہیں، شرارت تھی۔

"اس کا بہادری سے کیا واسطہ؟" وہ جھنجھلا سی گئی۔"ٹیکے سے تو پہلوان بھی ڈر جائے! آپ کو ڈر نہیں لگتا تو کیا کسی کو نہیں لگتا بھلا۔۔۔ وہ میرے سامنے تو آئے، میں نے آپ کو آگے کر دینا ہے۔"اس نے ناک سکوڑی اور کندھے اچکائے۔ عالیار مسکرا دیا۔۔۔ بلکل اُس نے ہی آگے ہونا تھا پھر۔۔

زُہرہ اب ریڈیو سے ابھرتی باریک آواز کو سنتے ساتھ دھیرے دھیرے گنگنانے بھی لگی تھی۔۔

اور عالیار۔۔

ریڈیو سے زیادہ اس کی گنگناہٹ سن رہا تھا۔

"درانتی یا چاقو ساتھ لائی ہو ناں؟"جب وہ گاڑی سے اترے تو عالیار نے زُہرہ کی طرف کا دروازہ کھولتے ہوئے، ذرا جھک کر پوچھا۔ زُہرہ نے اترتے ہوئے اُس کے بازو میں بازو ڈالا۔

"خان بابا، لائی ہوں نا ں ساتھ۔۔"

بس اتنا کہنا تھا کہ عالیار کا قہقہ فضا میں گونج اٹھا۔ جواب پچھلی بار والا ہی آیا تھا۔ زُہرہ نے اس کے بازو پر ہلکی سی چپت لگائی، پھر وہی بازو تھام کر اس پر سر ٹکا دیا اور نرم نرم قدموں سے اس کے ساتھ چلنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد سر اٹھ چکا تھا۔ اب زُہرہ پاؤں پٹختی آگے بڑھ رہی تھی، اور خان بابا نفی میں سر ہلاتے اُس کے پیچھے تھے۔

آہستہ آہستہ وہ ہجوم میں گم ہو گئے۔
اور بھیڑ، ان پر غالب آ گئی۔

--:تمام شد:--